بزرگوں کے اخلاق

حصہ اول

از

مولانا محب احمد قادری علیمی



ناشر

المجمع النورانی (شعبۂ تصنیف و تحقیق) دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بزرگوں کے اخلاق

حصہ اول

از

مولانا **محب احمد قادری** علیمی

استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی یوپی انڈیا

زیر اہتمام

حضرت مولانا حافظ **سراج احمد** مصباحی

خطیب وامام مدینہ مسجد (اسلامک سنٹر) کیرلٹن ٹکساس، امریکہ

ناشر

المجمع النورانی (شعبۂ تصنیف وتحقیق) دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

نام کتاب..........بزرگوں کے اخلاق حصہ اول

مولف..........مولانا محب احمد قادری علیمی

سرپرستی..........ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی

نظر ثانی..........مصلح قوم وملت حضرت علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری

سعی جمیل..........حضرت مولانا ریاض احمد برکاتی مصباحی

کمپوزنگ..........مولانا غلام نبی علیمی ؍ مولانا غلام جیلانی علیمی

ناشر..........المجمع النورانی دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی یوپی

پروف ریڈنگ..........حافظ سلمان رضا علیمی ؍ حافظ محمد عارف

سن اشاعت..........جنوری ۲۰۰۸ء

اشاعت باراول..........۱۰۰۰

قیمت..........۳۵ روپے

ملنے کے پتے

☆ المجمع النورانی دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی یوپی

☆ علیمی کتب خانہ جمداشاہی بستی

☆ کتب خانہ امجدیہ نزد ٹاؤن کلب پکہ بازار بستی

☆ مکتبہ علیمیہ ایس ایس پیلیس خلیل آباد

فہرست کتاب

شرف انتساب

مادر علمی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے نام جس کی آغوش تربیت میں پلا، بڑھا اور اس خدمت کے لائق ہوا۔

اور

دار العلوم کے موسّس روحانی خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کے نام جن کی عالمی دعوتی خدمات سے تقریباً ستر ہزار غیر مسلموں کے آفاق دل نور ایمان سے جگمگا اٹھے۔

نیاز کیش:

محب احمد قادری علیمی

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

پیش لفظ

آج سے کوئی تین سال پہلے میں نے اپنے کرم فرما اور مشفق استاذ ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد صاحب قبلہ اعظمی مصباحی صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کی تحریک پر ''بزرگوں کے اخلاق'' پر کچھ مواد اکٹھا کیا تھا، جسے محبّ مکرم مولانا غلام جیلانی صاحب علیمی نے کمپوز کر کے چھوڑ دیا تھا، کچھ دنوں کے بعد جب دار العلوم کا علمی، دینی، دعوتی اور تحقیقی ترجمان ماہنامہ ''پیام حرم'' نکلنے لگا تو حضرت اعظمی صاحب قبلہ کے حکم پر ماہنامے کے ''احسان وسلوک'' کے کالم میں چھپنے کے لیے دے دیا، پہلے سے اکٹھا کیے ہوئے مواد جب ختم ہو گئے تو حضرت ہر ماہ مجھ سے مطالبہ کر کے لکھواتے رہے، جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، یہاں تک کہ جب آٹھ عنوان پر مضامین شائع ہو گئے تو ''پیام حرم'' کے منیجنگ ایڈیٹر'' مولانا غلام نبی صاحب علیمی نے کہا، کہ اسے کتابی شکل دے دیں اور یہ کتاب عوام کے ساتھ خطبا اور خاص کر کے واعظین جمعہ کے لیے بڑی مفید ثابت ہوگی، چنانچہ ان کی تحریک پر حضرت سے مشورہ لے کر مضامین کو یکجا کتابی شکل میں کروانے کے بعد اسے مصلح قوم وملت حضرت علامہ محمد عبد المبین صاحب قبلہ نعمانی کے پاس بغرض تقدیم واصلاح بھیج دیا، حضرت نے اسے بنظر غائر پڑھا اور اصلاح کے ساتھ گراں قدر مقدمہ بھی تحریر فرمایا، میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ اپنا قیمتی وقت دے کر مجھ جیسے بے بضاعت کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

اس کے بعد میں نے حضرت استاذ مکرم سے عرض کیا کہ آپ بھی کچھ تحریر فرما دیں چنانچہ حضرت نے کتاب کے مضامین سے قارئین کے ذہن کو قریب کرنے کے لیے مختصر مگر جامع ''تقریب'' تحریر فرمائی، آپ کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے، اس لیے کہ اگر آپ کی نگرانی اور سرپرستی میسر نہ ہوتی تو شاید یہ کتاب معرض وجود میں نہ آتی۔

کتاب کا خاکہ تیار کرنے کے بعد طباعت کے لیے جب میں نے اپنے مخلص اور کرم گستر حضرت مولانا حافظ سراج احمد مصباحی اور حضرت مولانا ریاض احمد برکاتی مصباحی سے

تذکرہ کیا تو وہ بطیب خاطر اس کے مصارف برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے ، میں ان حضرات کا بھی شکرگزار ہوں۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے احباب میں سے مولانا حافظ منصور عالم ،مولانا ذاکر حسین ،مولانا غلام نبی علیمی ،مولانا غلام جیلانی علیمی صاحبان کا ذکر نہ کروں، جن کا مشورہ بہرحال شامل رہا ،آیات وغیرہا کی پروف ریڈنگ میں حافظ محمد سلمان رضا متعلم بی ،اے عربک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور حافظ محمد عارف متعلم جماعت سادسہ دارالعلوم علیمیہ کی محنت لائق تحسین ہے۔

مولی تعالی سے دعا ہے کہ میری اس خدمت کو قبول فرما کر اسے نجات کا ذریعہ بنائے اور بزرگان دین کے اخلاق حسنہ پر چلنے کی توفیق بخشے آمین! بجاہ سید المرسلین۔

محبّ احمد قادری علیمی

استاذ: دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی ضلع بستی یوپی

تقریب

ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی
صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی یو پی

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چار بنیادی مقاصد اور اساسی فائدے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں (۱) قرآن سنانا (۲) قرآن کی تعلیم دینا (۳) حکمت سکھانا (۴) دلوں کو ستھرا بنانا۔

دعوت محمدی کے ان چاروں اہم ترین ارکان کو قرآن میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے، جس سے ان کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ" (آل عمران/۱۶۴)

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا کہ اس نے ان میں انھیں میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جو انھیں اس کی آیتیں سناتا ہے، انھیں ستھرا کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

یہ چاروں چیزیں نبوی دعوت اور اصلاح وتربیت کے ارکان ہیں، تزکیۂ نفوس کا مطلب ہے بُرے اور غلط عقائد ونظریات سے دور رکھنا، برے اعمال سے روکنا اور برے اخلاق سے پاک کرنا، عقیدے کی درستی اور اچھے اعمال سے آراستگی کے بعد اچھے اخلاق وکردار اور اچھے عادات وآداب سے آراستہ ہوکر ہی کوئی انسان سچا اور کامل انسان بن سکتا ہے، چنانچہ تمام انبیاے کرام اچھے ظاہری وباطنی اخلاق وعادات کے حسین پیکر تھے، اور ہمارے پیغمبران سب میں اخلاق حسنہ کے سب سے زیادہ جامع تھے اور قرآن کے مطلوبہ معیار اخلاق پر پورے اترتے تھے، بلکہ آپ کی ذات قرآنی اخلاق کا سب سے اعلیٰ نمونہ تھی، ام المومنین حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی کو اپنے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے: ''کان خلقہ القرآن '' ترجمہ: آپ کا اخلاق قرآن تھا، اور قرآن نے کہا: ''انک لعلیٰ خلق عظیم '' آپ خلق عظیم پر فائز ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں حصر کے ساتھ تکمیل اخلاق کو اپنی بعثت کا مقصد قرار دیا ہے، فرمایا: انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق '' (موطا) ترجمہ: میں تکمیل اخلاق ہی کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

آپ کے بعد آپ کے نائبین صحابہ وتابعین اور صوفیہ وبزرگان دین بھی اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتے رہے، بزرگان دین نے عملاً بھی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ پیش کیا ہے، اوران کی زندگی کا ہر ہر گوشہ نبوی اخلاق سے آراستہ تھا، ان بزرگان دین نے اپنے قول وعمل سے اخلاق حسنہ کی موثر ترغیب وتعلیم دی اور پوری انسانیت کو متاثر کیا، بزرگان دین کے دعوتی مشن کی کامیابی میں ان کے اخلاق حسنہ نے بڑا اہم اور کلیدی کردار ادا کیا ہے، انھوں نے اخلاق ہی کی تلوار سے عرب وعجم کو فتح کیا، اور پہلے اسی تلوار سے دلوں کی دنیا فتح کی، اس کے بعد تسخیر بلاد میں کامیاب ہوئے۔

بزرگان دین کی توجہ ظاہری اعمال سے زیادہ باطنی اخلاق کی اصلاح وتربیت کی طرف رہی ہے، چنانچہ انھوں نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ تکبر وخود پسندی، جاہ ومال اور عزت وشہرت کی طلب، طول امل، غصہ، جھوٹ، فریب، خیانت، چغلی، غیبت، بخل، حسد، کینہ، ریاکاری، غفلت وکاہلی، بے صبری، ظلم وستم لالچ، حق تلفی، لڑائی، فحش گوئی، بدگمانی وغیرہ جیسے برے اخلاق کو بندوں کے دلوں سے نکالنے کی بھرپور کوشش فرمائی۔

مذکورہ بُرے اخلاق وعادات انسانیت کے جسم پر کوڑھ کے بدنما اور گھناؤنے داغ ہیں جن کی وجہ سے پورا انسانی سماج کراہ رہا ہے، اچھے اخلاق ہی اچھے اور سکھی سماج کی صحت کی علامت وضمانت ہیں۔ اسی لیے انسانیت سے ہمدردی رکھنے والے بزرگان دین انسانیت کی بھلائی اور خدا بیزار اور انسان دشمن مادیت پر روحانیت کے غلبے کے لیے اخلاص، حسن نیت، توکل وقناعت، صبر وشکر، توبہ واستغفار، عجز وانکساری، ایثار وقربانی، خدمت خلق، عفو ودرگزر، حلم ومروت، عدل وانصاف، حق گوئی، کم گوئی، ترک دولت ودنیا، دیانت، سخاوت، خیر خواہی، خوش

گمانی، حق شناسی، فقر وفاقہ جیسے اچھے اخلاق کو عام کرنے میں زندگی بھر لگے رہے، بزرگان دین کی حیات طیبہ میں اخلاقی تعلیمات وفرمودات اور اخلاق حسنہ کے عملی مظاہر کا بیش بہا وافر ذخیرہ موجود ہے، جن کو پڑھ کر آج ہم اپنی نجی زندگی سنوار سکتے ہیں اور ایک شاندار، پرامن اور خوش گوار صحت مند معاشرے کی تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

عزیز مکرم حضرت مولانا محب احمد قادری علیمی نے فقیر کی تحریک پر اخلاق حسنہ سے متعلق بزرگان دین کے ایسے ہی اقوال اور ان کے اخلاقی واقعات سلیقے سے اس کتاب میں جمع کر دیے ہیں، ہر موضوع پر مناسب کچھ آیات واحادیث بھی ذکر کردی ہیں، اور اچھے برے اخلاق کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بھی کردی ہے، مولانا نے ابھی اس حصے میں صرف آٹھ اخلاق کا ذکر کیا ہے، اخلاق کے ابواب وسیع الجہات بھی ہیں اور بہت زیادہ بھی، اللہ تعالیٰ انھیں مزید توفیق عطا فرمائے کہ یہ اپنے قیمتی وقت کو کام میں لا کر سارے ابواب پر لکھیں، میرے نزدیک اہم سے اہم اور مفید سے مفید تر کام میں وقت گزارنا بھی اخلاق حسنہ کا ایک حصہ ہے۔ احسان وسلوک کے تحت یہ مضامین ماہنامہ پیام حرم جمد اشاہی میں شائع ہو رہے ہیں خدا کرے یہ سلسلہ برابر جاری رہے۔

خدا ہمیں کسی طوفاں سے آشنا کردے
ہمارے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

مخلص: فروغ احمد اعظمی مصباحی
خادم دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی یوپی
ایڈیٹر ماہنامہ ''پیام حرم'' جمد اشاہی بستی
۳۰رذی الحجہ ۱۴۲۸ھ/۱۰ جنوری ۲۰۰۸ء

تقدیم

مصلح قوم وملت حضرت علامہ محمد عبدالمبین نعمانی دامت برکاتہم العالیہ

المجمع الاسلامی ملت نگر مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلى ونسلم على رسوله الكريم وآله وصحبه اجمعين.

”بزرگوں کے اخلاق“ نامی کتاب نظر سے گزری اور پسند آئی، جسے عزیز مکرم مولانا محب احمد قادری علیمی زیدعلمہ ومجدہ استاذ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی نے ترتیب دیا ہے. زیادہ تر مضامین امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتب احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، مکاشفۃ القلوب اورسرکارغوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کتاب غنیۃ الطالبین سے ماخوذ ہیں اور دوسرے بزرگوں کی کتابیں بھی اس کا ماخذ ہیں۔

اخلاق کا موضوع بڑا وسیع بھی ہے اور اہم بھی اور عصر حاضر میں اس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے، کہ تعلیم کا ہر طرف جس قدر دور دورہ ہے اور سائنس ٹیکنالوجی اور دیگر فنون میں جس قدر ترقی ہورہی ہے، اسی قدر اخلاق میں گراوٹ بھی پیدا ہوتی جارہی ہے، انسان آسمان پر ضرور پہنچ گیا ہے، چاند پر کمندیں ضرور ڈال چکا ہے، لیکن صحیح بات تو یہی ہے کہ اسے زمین پر قاعدے سے چلنا اور بولنا نہ آیا، چال ڈھال میں تکبر عام ہے، گفتگو میں تعلّی ترقی کی علامت بن چکی ہے، بڑا چھوٹے کو دبانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، اور امیر غریب کو حقیر سمجھ رہا ہے، دین داروں اور تقویٰ شعاروں کی تضحیک عام ہے، ہمدردی غم گساری اور انسانی رواداری کا ہر طرف فقدان ہی فقدان ہے، ہاں کچھ کھوکھلے نعرے ضرور ہیں۔ انسانیت دوستی اور حقوق انسانیت کی پاس داری کے، لیکن یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے اندر جھانک کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ برعکس ہے، ”برعکس نہند نام زنگی کافور“ کا نقشہ ہر طرف بکھرا دکھائی دیتا ہے، حالیہ چند سالوں

سے پوری دنیا کا حال جیسا کچھ دگرگوں، اضطراب انگیز اور خون آشام ہے، وہ ہر باخبر آدمی پر خوب عیاں ہے، اضطرابات اور ہنگاموں کی اس دنیا میں امن وامان کی بحالی کی صرف ایک ہی صورت نظر آتی ہے، اور وہ ہے ''اسلام'' کا فروغ اور اس کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل، اور یہ بھی سچ ہے کہ مسلمانوں کے لیے عبادات کے بعد سب سے اہم اور ضروری چیز ہے ''اخلاق اسلامی'' سے اپنے کو آراستہ کرنا، مسلمان آج مسلمان تو ہے مگر نام کا، عبادات (فرائض وواجبات) سے جو دوری ہے وہ تو ہے ہی، اخلاقی قدروں کا زوال بھی پورے شباب پر ہے، اب جب کہ مسلمان خود ہی اخلاقی قدروں کی پامالی سے گریز نہیں کرتا تو وہ دوسروں کو کیا سبق اور دعوت عمل دے گا، اس لیے ضروری ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات کو عام کیا جائے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی زندگی کو اپنے لیے نمونہ بنایا جائے، اور ان اسلاف وبزرگان دین کے نقوش قدم کو بھی سامنے رکھا جائے، جنھوں نے اپنی حیات کے لمحے لمحے کو رضائے الٰہی کے لیے وقف کر دیا تھا۔

زیر نظر کتاب ''بزرگوں کے اخلاق'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اخلاق اپنے وسیع معنیٰ میں انسان کی تمام خوبیوں کو محیط ہے، اس طرح بزرگوں کے اخلاق میں ان کی رواداری، خوش معاملگی کے ساتھ ان کی روحانی صفات تقویٰ، توکل، صبر، اور شکر وغیرہ تمام ہی محاسن آجاتے ہیں، اس لیے مولف کتاب نے اسی ہمہ جہت معنیٰ کا لحاظ کرتے ہوئے واقعات کو ایک حسین ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے اور ہر عنوان کے بعد عنوان کی مناسبت سے تمہیدی کلمات بھی پیش کر دیے ہیں، ضرورت ہے کہ اسے عوام، علما، اور پیران طریقت حضرات بھی بغور مطالعے میں رکھیں اور عمل کرنے کی کوشش کریں، زیادہ تر مواد واقعات ہی پر مشتمل ہیں، اور سچے واقعات اور وہ بھی بزرگوں کے اپنے اندر جو اثر آفرینی رکھتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں، انداز تحریر بھی دل نشیں ہے کہ پڑھنے والا پڑھتا جائے اور متاثر ہوتا جائے، اخلاق کی اثر آفرینی مسلم ہے اور یقیناً اخلاق کی تلوار سے وہ معرکے سر ہو جاتے ہیں، جو لوہے کی تلواروں اور کیمیاوی ہتھیاروں سے بھی سر نہیں ہوتے، مسلمانان عالم عاجز ودرماندہ ومایوس کن حالات کے شکار ہیں آگے پیچھے ہر طرف انھیں کھائی ہی کھائی نظر آتی ہے، لیکن یہ بھی حق ہے کہ مسلمان کبھی مایوس

نہیں ہوتا، ظاہری اسباب سے اگر دور ہیں تو کیا ہوا تائید غیبی ورحمت خداوندی پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل کے میدان میں کود پڑیں اور جس قدر ہو سکے ظاہری اسباب کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیں، تو ان شاء اللہ ضرور نصرت وسرفرازی ہمارا قدم چومے گی لیکن شرط یہی ہے کہ طریق مصطفیٰ اور اخلاق نبوی کو مطمح نظر رکھیں، یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین کی تقلید اور فیشن پرستی کو اپنے لیے ذریعۂ نجات نہ سمجھیں، ہمارا دین مکمل اور ہمارا پیغمبر پیکر محاسن واخلاق ہے، پھر ہمیں کسی اور طرف دیکھنے، جھانکنے کی کیا ضرورت؟ حالات ضرور بدلے ہیں، لیکن نہ زمین بدلی، نہ آسمان بدلا، نہ قرآن بدلا، نہ حدیث بدلی، اسلام کل بھی دین حق تھا، آج بھی ہے اور قیامت تک وہی دین حق رہے گا، نہ دوسرا نبی آئے گا نہ دوسرا دین، اس لیے دنیا کی رنگینی سے متاثر ہو کر ہمیں آخرت کو نہیں بھولنا چاہیے اور یہ یقین کر لینا چاہیے کہ خدا سے بڑھ کر نہ کوئی طاقت والا ہے، نہ وہ کسی کو ذلیل کرے تو کوئی اسے عزت دے سکتا ہے، اس کی تو شان ہی ہے: ’’تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ‘‘ (پ۳ آل عمران ۲۶/۳) ترجمہ: تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے، اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے، بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

آج اگر کفار اور معاندین اسلام غالب نظر آتے ہیں تو اس میں صرف ان کی کیمیاوی ترقی اور ہتھیاروں کی فراوانی ہی کی کرشمہ سازی نہیں ہے، ہماری بدعملی، بے اعتمادی اور ایمانی کمزوری کا بھی بہت بڑا دخل ہے، روحانی قدروں کی کوئی وقعت اب ہماری نظروں میں باقی نہیں رہی، صرف مادی اسباب ہی پر تمام تر بھروسہ ہمارا اشعار بنتا جا رہا ہے ’’توکل علی اللہ‘‘ کا تو اب کوئی نام ہی لیتا نظر نہیں آتا ’’ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ‘‘ کی آیت ایسا لگتا کہ اب صرف تلاوت کے لیے رہ گئی ہے، اسلاف کے واقعات اسلامی جنگوں میں حیرت انگیز کامیابیوں کی داستانیں محض سننے سنانے کے لیے باقی رہ گئی ہیں، بلکہ اب تو نئی نسل نے ان واقعات کو پڑھنا سننا بھی چھوڑ دیا ہے، اب تو صرف سائنس کے محیر العقول واقعات ہی سنے سنائے جا رہے ہیں، امداد غیبی سے عقیدہ اٹھتا جا رہا ہے، اور نصرت خداوندی کا

طرف سے توجہ بالکل ہٹتی جا رہی ہے یہی وجہ ہے کہ آج کا مسلمان امداد غیبی سے محروم ہے، اگر چہ اِکا دُکا واقعات اب سننے میں آجاتے ہیں، جن سے ایمان کو تقویت ملتی ہے، اور کبھی کبھی شکر خدا سے دل نہال بھی ہو جاتا ہے کہ آج کے اس گئے گزرے وقت میں بھی رحمت خداوندی بالکل نہیں روٹھی ہے، ہم ذرا توجہ دیں اور عمل کے میدان میں قدم بڑھائیں اور اپنی حالت سدھارنے کی کوشش کریں تو بہت جلد کا یا پلٹ سکتی ہے، ہم اپنا کھویا وقار حاصل کر سکتے ہیں، خدائے وحدہ لاشریک کی رحمت کارساز کا سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتے ہیں، بس دل کی مٹی ذرا نم ہونے کی دیر ہے، وہ رحمت تمام تو مائل بہ کرم ہے، اس کی طرف سے برابر پکار ہو رہی ہے

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہ روِ منزل ہی نہیں

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے احوال کی اصلاح کی توفیق بخشے، اپنے مقبولان بارگاہ کے نقش قدم پر چلائے اور اس کتاب کو مقبول و ذریعۂ نجات بنائے، اس میں دیے ہوئے واقعات وارشادات سے سبق لینے کی توفیق بخشے، اور مولف کو اس کا بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے آمین!

بجاه سيد المرسلين عليه وآله وصحبه الصلاة والتسليم

محمد عبد المبین نعمانی قادری
المجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ یوپی
۲۱؍ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ/ ۱؍ جنوری ۲۰۰۸ء

اخلاص اور بزرگان دین

مذہب کی بنیاد اخلاص پر ہے۔ بغیر اخلاص کے اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اسی لیے قرآن پاک اور ارشادات رسول میں اخلاص پر کافی زور دیا گیا ہے۔

اخلاص کا مفہوم : کسی بھی نیک کام کا محرک اگر دنیاوی غرض نہ ہو، اور نہ ہی اس کام میں ریا ونمائش مقصود ہو، بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور خوشنودی کے لیے ہو تو اسی کو اخلاص کہا جاتا ہے۔

اخلاص کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ ''غنیۃ الطالبین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اخلاص کے کیا معنی ہیں؟ اس سلسلے میں اختلاف ہے، حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ سے دریافت کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو رسول اکرم نے فرمایا کہ میں نے جبریل سے یہ سوال کیا تھا کہ اخلاص کیا ہے؟ جبریل نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی، اخلاص سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہوں اس کو امانت کے طور پر رکھتا ہوں۔

ابوادریس خولانی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ ہر حق کی ایک حقیقت ہے، بندہ اخلاص کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پہونچتا، جب تک خاص اللہ کے لیے کیے عمل پر اپنی تعریف کو ناپسند نہ کرنے لگے۔ (غنیۃ الطالبین ۴۴۶)

حقیقی اخلاص کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: حضرت ابوبکر دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر مخلص کو اپنے اخلاص کو دیکھنے سے نقصان پہونچتا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی کے اخلاص کو پسند فرمالیتا ہے، تو پھر اس کے اخلاص کو اس کی نظر سے گرادیتا ہے، یعنی مخلص اپنے اخلاص پر نظر نہیں رکھتا، اس طرح وہ مخلص اپنے اخلاص ہی کو نہیں سمجھتا، اور اس طرح وہ خدا کی نظر میں پسندیدہ ہوجاتا ہے۔ (ایضا ۴۴۸)

اخلاص اور قرآن کریم : قرآن پاک میں اخلاص کی تعلیم مختلف طریقوں سے دی گئی ہے۔ چنانچہ اعمال کے اخلاص کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''وَمَا اُمِرُو

"اِلَّا لِیَعْبُدُوْا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ" (البینہ ۹۸/۵) ان کو صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اسی کی خالص اطاعت کریں۔

جانوروں کی قربانی میں اخلاص کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے: "لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ" (الحج ۲۲/۳۷)

"اللہ کو قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہونچتے مگر تمھاری پرہیزگاری اس تک پہنچتی ہے"۔

دوسری جگہ اعمال میں اخلاص کی تعلیم کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"وَلَنَا اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ وَنَحْنُ لَہُ مُخْلِصُوْنَ" (البقرۃ ۲/۱۳۹) ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمھارے اعمال تمھارے لیے ہیں۔ ہم تو اسی کے لیے عمل خالص کرتے ہیں۔

عبادتوں میں رسول اکرم ﷺ کے واسطے سے حکم ہوتا ہے۔

"فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (الزمر ۲/۳)" تو اللہ کی عبادت کر! خالص کرتے ہوئے اطاعت گزاری کو اسی کے لیے، آگاہ کہ اللہ ہی کے لیے ہے خالص اطاعت گزاری"

چنانچہ اخلاص کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن پاک میں سات مواقع پر "مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ" کی آیت مذکور ہے۔

اخلاص احادیث کے آئینے میں: دین و دنیا میں کامیابی و کامرانی کا دارومدار اخلاص پر ہے، بغیر اخلاص کے نہ تو ایمان کو جلا مل سکتی ہے اور نہ ہی عبادتوں میں چاشنی پیدا ہو سکتی ہے، اور نہ ہی بغیر اخلاص کے اعمال کی کوئی عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے۔ اسی لیے قرآن پاک کے علاوہ احادیث رسول میں بھی اخلاص پر کافی زور دیا گیا ہے، جسے ذیل کی سطور میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نہ تو تمھارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے اور نہ ہی تمھاری صورتوں کی طرف بلکہ تمھارے دلوں کو

دیکھتا ہے۔(ریاض الصالحین ۱ے)

ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے لوگوں سے سوال ہوگا، ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں علم عطا فرمایا ہوگا، اللہ پاک اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو نے اپنے علم کے سلسلے میں کیا کیا؟ وہ کہے گا، اے میرے رب! میں دن اور رات اس علم کی خدمت میں بسر کرتا تھا، رب فرمائے گا، تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے۔ تیرا تو مقصد یہ تھا کہ تجھے عالم کہہ کر پکارا جائے۔ تو ایسا ہو چکا ہے۔

دوسرا شخص وہ ہوگا، جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہوگا، اس سے پوچھے گا؟ میرے اس انعام کے جواب میں تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا، اے میرے رب! میں تیرے دیے ہوئے مال سے دن رات صدقہ کرتا رہتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو جھوٹ بولتا ہے اور ملائکہ بھی کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے۔ تیرا مقصد تو اپنے آپ کو سخی کہلوانا تھا تو تجھے سخی کہا جا چکا ہے۔

پھر ایک تیسرا آدمی اللہ پاک کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، جسے راہ خدا میں قتل کیا گیا ہوگا۔ رب لم یزل فرمائے گا: تو نے کیا کیا؟ کہے گا اے میرے مالک! مجھے جہاد کا حکم دیا گیا، میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا، اللہ رب العزت فرمائے گا، تو جھوٹ کہتا ہے۔ اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے۔ بلکہ تیرا ارادہ تو یہ تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے تو تجھے بہادر کہہ دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ اتنا ارشاد فرما کر آقا ﷺ نے میری ران پر ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت کے دن جہنم کی آگ سب سے پہلے ان پر بھڑکائی جائے گی۔ (ترمذی)

اخلاص کی برکت سے چٹان ہٹ گئی: 'ریاض الصالحین' میں اعمال میں اخلاص کے تعلق سے ایک لمبی حدیث مذکور ہے، جس کا تذکرہ فائدے سے خالی نہ ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

گزشتہ زمانے میں تین آدمی جا رہے تھے، رات گزارنے کے لیے انھیں ایک غار کا سہارا لینا پڑا۔ وہ اس میں داخل ہوئے تو پہاڑ سے ایک چٹان نے لڑھک کر ان پر غار کا منہ بند کر دیا، انھوں نے کہا کہ اس چٹان سے نجات کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اپنے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، ان میں سے ایک نے کہا: یا اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور میں ان سے پہلے اپنی اولاد اور خدام کو دودھ پینے کے لیے نہیں دیتا تھا، ایک دن میں درختوں کی تلاش میں دور نکل گیا، جب واپس لوٹا، تو وہ سو چکے تھے، میں ان کے لیے دودھ دوہ کر لایا، وہ سوئے ہوئے تھے، انھیں جگانا بھی مناسب نہ سمجھا اور ان سے پہلے اہل وعیال کو دودھ پلانا بھی پسند نہ آیا، چنانچہ میں دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لے کر کھڑا رہا، یہاں تک کہ صبح روشن ہو گئی، بچے بھوک کی وجہ سے میرے پاؤں میں بلبلاتے رہے، صبح ہوئی تو میرے والدین نے دودھ نوش کیا۔ یا اللہ! اگر میں نے یہ عمل محض تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہے، تو ہم سے اس چٹان کی مصیبت کو دور فرمادے۔ چنانچہ چٹان تھوڑی سی سرک گئی، لیکن ابھی نکل نہ سکتے تھے۔

دوسرے آدمی نے کہا! یا اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی، جو مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی، ایک روایت میں ہے، میں اس سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، جس طرح مرد عورتوں سے محبت کرتے ہیں، میں نے اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا، لیکن اس نے انکار کر دیا، یہاں تک کہ وہ قحط سالی میں مبتلا ہو گئی اور میرے پاس آئی، میں نے اسے ایک سو دینار اس شرط پر دیے کہ وہ میرے ساتھ تخلیہ کرے، تو وہ رضا مند ہو گئی، یہاں تک کہ وہ میرے قابو میں آگئی، تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور ناحق مہر نہ توڑ! (یہ سن کر) میں اس سے علاحدہ ہو گیا، حالاں کہ مجھے اس سے شدید محبت تھی، میں نے وہ دینار بھی چھوڑ دیے، جو اسے دیے تھے۔ یا اللہ! اگر میرا یہ عمل محض تیری رضا کے حصول کے لیے تھا، تو ہماری مصیبت کو دور فرمادے

تیسرے شخص نے کہا: یا اللہ میں نے کچھ آدمیوں کو مزدوری پر لگایا، پھر ایک آدمی کے سوا سب کو مزدوری دے دی، وہ اپنی مزدوری کو کم سمجھتے ہوئے چھوڑ کر چلا گیا، میں نے اس کی مزدوری کو بار آور کیا (تجارت میں لگایا) یہاں تک کہ اس کا مال زیادہ ہو گیا، ایک عرصہ بعد وہ

میرے پاس آیا اور کہا بندۂ خدا! میری مزدوری دے دو، میں نے کہا یہ جتنے اونٹ گائے، بکری اور غلام دیکھ رہے ہو، سب تمھارے ہیں، اس نے کہا: اللہ کے بندے مذاق نہ کر! میں نے کہا، مذاق نہیں کرتا۔ پھر وہ اپنا تمام مال لے کر چلا گیا، اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اے اللہ! اگر میرا یہ عمل محض تیری رضا جوئی کے لیے تھا۔ تو ہمیں اس پریشانی سے نجات عطا فرما۔ چنانچہ چٹان ہٹ گئی اور وہ نکل کر چل پڑے۔ (ریاض الصالحین ۱۰/۹/۱)

مخلص بہت کم ہیں: حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اخلاص کے سلسلے میں مختلف اقوال شمار کراتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن عصر سے پہلے حضرت سہل بن عبداللہ کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ ان کے حجرے میں ایک سانپ ہے، میں ایک قدم آگے بڑھاتا اور ایک قدم پیچھے ہٹ جاتا، سانپ کا ڈر مجھ پر غالب آ گیا تھا، حضرت سہل نے اندر سے آواز دی کیوں ڈرتے ہو؟ اندر آ جاؤ! جس کا ایمان خدا پر ہو، اس سے ہر چیز ڈرتی ہے۔ پھر فرمایا کہ تم جمعہ پڑھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی کہ ہمارے اور جامع مسجد کے درمیان ایک دن رات کی مسافت ہے، انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہو گئے، ہم لوگ تھوڑی دور چلے تھے کہ جامع مسجد سامنے نظر آنے لگی، ہم نے وہاں نماز جمعہ ادا کی، پھر باہر نکل آئے، حضرت سہل رک گئے اور مسجد سے نکلنے والوں کو دیکھنے لگے، پھر فرمایا کہ کلمۂ توحید پڑھنے والے تو بہت لوگ ہیں، لیکن ان میں مخلص بہت کم ہیں۔ (غنیۃ الطالبین مترجم/۴۴۸-۴۴۹)

شیخ عبد الحق ردولوی کا اخلاص: حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کا دوران سفر کسی مسجد میں قیام ہوا، یہ جمعہ کی شب تھی، بستی کے لوگ مسجد میں آتے اور سات اذانیں دیتے، ایک شخص نے حضرت مخدوم سے کہا کہ میاں مسافر! تم بھی اذانیں دو! آج شب جمعہ ہے، انھوں نے فرمایا کہ شب جمعہ کو سات اذانیں دینے کا مقصد کیا ہے، اس نے کہا اللہ تعالیٰ جمعہ کی مبارک رات کو سات اذانوں کی برکت سے اس ہفتہ کی تمام بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے، حضرت مخدوم نے فرمایا: میرا دل اس غرض کے لیے تکرار اذان کی اجازت نہیں دیتا، جو بندہ اپنی بھلائی کے لیے خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کی بلاؤں سے دوری کا خواستگار ہوتا ہے، وہ درحقیقت اپنی بھلائی کا بندہ ہے، خدا کا خالص بندہ اس کا بندہ ہوتا ہے۔ منافق نہیں

ہوتا، اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ بندہ کا مقصود ومطلوب حضرت صمدیت کے سوا کچھ نہ ہو۔ (انوار العیون/۱۸)

مالک بن دینار کے اخلاص کا اجر: 'تذکرۃ الاولیا' میں ہے کہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہ کی تیار کردہ مسجد میں اعتکاف کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ خیال آیا کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہوجاتی کہ مجھ کو اس مسجد کا متولی بنادیا جاتا، چنانچہ آپ نے اتنی کثرت سے نمازیں اور اعتکاف کرنا شروع کیا کہ ہر آدمی آپ کو ہمہ وقت نماز ہی میں مشغول دیکھتا، لیکن کسی نے بھی آپ کی طرف توجہ نہیں کی، پھر جب آپ ایک سال بعد مسجد سے برآمد ہوئے تو ندائے غیبی آئی کہ اے مالک بن دینار! تجھے اب توبہ کرنی چاہیے۔

چنانچہ آپ کو ایک سال تک اپنی خودغرضانہ عبادت پر شدید رنج وشرمندگی ہوئی اور آپ نے اپنے قلب کو ریا سے خالی کرلیا اور خلوص نیت سے ایک شب عبادت کی تو صبح کے وقت دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک مجمع ہے، اور مجمع کے لوگ آپس میں کہہ رہے ہیں کہ مسجد کا انتظام ٹھیک نہیں ہے، لھذا اسی شخص کو متولی بنادیا جائے اور تمام انتظامی امور اسی کے سپرد کردیے جائیں، اس کے بعد پورا مجمع متفق ہوکر آپ کے پاس پہونچا اور جب آپ نماز سے فارغ ہوچکے تو عرض کیا کہ ہم باہمی متفقہ فیصلے سے آپ کو مسجد کا متولی بنانا چاہتے ہیں، آپ نے اللہ تعالٰی سے عرض کی: اے اللہ: میں ایک سال سے ریاکارانہ عبادت میں اس لیے مشغول رہا کہ مجھے اس مسجد کی تولیت حاصل ہوجائے مگر ایسا نہ ہوا اب جب میں خلوص دل سے تیری عبادت میں مشغول ہوا، تو تیرے حکم سے تمام لوگ مجھے متولی بنانے آپہونچے اور میرے اوپر یہ بار ڈالنا چاہتے ہیں، لیکن میں تیری عزت کی قسم کھاتا ہوں کہ نہ میں اب تولیت قبول کروں گا اور نہ مسجد سے باہر نکلوں گا، یہ کہہ کر پھر عبادت میں مشغول ہوگئے۔ (تذکرۃ الاولیا/۲۷)

جنید بغدادی نے اخلاص کیسے سیکھا؟: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاص کی تعلیم میں نے حجام سے حاصل کی ہے اور وہ واقعہ اس طرح سے پیش آیا کہ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران ایک حجام کسی دولت مند کی حجامت بنارہا تھا، تو میں نے اس سے کہا کہ خدا کے لیے میری حجامت بنادے، اس نے فوراً اس دولت مند کی حجامت چھوڑ کر

میرے بال کاٹنے شروع کر دیے اور حجامت بنانے کے بعد ایک کاغذ کی پڑیا میرے ہاتھ میں دے دی، جس میں کچھ ریز گاری لپیٹی ہوئی تھی، اور مجھ سے کہا کہ آپ اس کو اپنے خرچ میں لائیں، وہ پڑیا لے کر میں نے یہ نیت کر لی کہ اب پہلے مجھے جو کچھ دستیاب ہوگا، وہ میں بھی حجام کو نذر کر دوں گا کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص نے بصرہ میں اشرفیوں سے لبریز تھیلی مجھ کو پیش کی، وہ لے کر جب میں حجام کے پاس پہونچا، تو اس نے کہا کہ میں نے تو تمھاری خدمت صرف خدا کے لیے کی تھی اور تم بے حیا بن کر مجھے تھیلی پیش کرنے آئے ہو؟ کیا تمھیں اس کا علم نہیں کہ خدا کے واسطے کام کرنے والا کسی سے معاوضہ نہیں لیتا۔ (تذکرۃ الاولیا/۲۱۶)

بدنیت عابد پر شیطان غالب آیا: 'احیاء العلوم' میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کسی عابد کو پتہ چلا کہ بعض لوگ فلاں درخت کی عبادت کرتے ہیں، وہ اسے کاٹنے کے ارادے سے چلا کہ شیطان بشکل انسان سر راہ ملا اور کہنے لگا: اگر تو نے اس درخت کو کاٹ بھی دیا تو لوگ کسی اور کی پوجا کرنے لگیں گے، لہٰذا تم اپنی عبادت میں مصروف رہو، اور اسے مت کاٹو! عابد نے کہا: میں اسے ضرور کاٹوں گا، شیطان نے پھر روکا، تو دونوں میں ہاتھا پائی شروع ہوگئی، یہاں تک کہ عابد نے شیطان کو بھاگنے پر مجبور کر دیا، مگر شیطان نے مکاری کا جال پھینکا اور اس سے کہنے لگا: میری بات مانو اور اپنی عبادت میں لگے رہو، میں ہر رات دو اشرفیاں تیرے سرہانے رکھ دیا کروں گا، تو غریب اور نادار آدمی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ کسی اپنے رسول کو بھیجتا، جو اسے کاٹ دیتا، جب تو اس درخت کی خود عبادت نہیں کرتا تو تجھے اس سے کیا غرض ہے۔ عابد شیطان کے جھانسے میں آیا اور واپس چلا گیا، رات کو واقعی اسے سرہانے سے دو اشرفیاں دستیاب ہوئیں، اسی طرح دوسری شب میں بھی ملیں۔ تیسرے دن کچھ ہاتھ نہ لگنے پر پھر اسی درخت کو کاٹنے کے لیے باہر نکلا تو شیطان کو مد مقابل پایا اور جب مقابلہ ہوا، تو شیطان غالب رہا، عابد نے تعجب سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ پہلے میں تجھ پر غالب آیا اور آج تو؟ شیطان بولا: اس دن تو اللہ تعالیٰ کے لیے مجھ پر غضب ناک ہوا تھا مگر آج تو دو اشرفیوں کے لیے! پتہ چلا کہ خالص نیت شیطان پر غلبہ دیتی ہے اور بدنیتی پر شیطان غالب آجاتا ہے۔

(احیاء العلوم ج۴ ص ۳۹۸)

تقویٰ اور بزرگان دین

تقویٰ اسلامی تعلیمات کی روح ہے اس لئے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ اسے ضرور اپنائے، یہ ایک ایسی خوبی ہے جسے اپنا لینے کے بعد انسان خدا کا محبوب اور برگزیدہ ہوجاتا ہے جس کے دل میں تقویٰ بس جائے اس کی زندگی کا ہر شعبہ خیر و برکت سے مالا مال ہوجاتا ہے اور اس پر انعامات خداوندی کی بے کراں بارش ہوتی ہے۔

تقویٰ کی تعریف: تقویٰ کے لغوی معنے بچنے اور پرہیزگاری کے ہیں اصطلاح صوفیہ میں تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ ساتھ اس کے عذاب سے بچار ہے اہل عرب کا محاورہ ہے اتقی فلان بترسہ فلاں شخص نے اپنی ڈھال سے پناہ لی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ تقویٰ کی اصل ہے شرک سے بچنا، پھر معاصی وسیئات سے بچنا پھر شبہات سے اس کے بعد فضول اور بیکار باتوں کو ترک کردینا۔

حضرت عبداللہ رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ ہر اس چیز کو ترک کردینے کا نام ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی ہو (غنیۃ الطالبین ص ۲۷۱)

تقویٰ اور قرآن: تقویٰ چونکہ فلاح دنیا و آخرت کا ضامن ہے، اس لیے ایمان والوں کو مخاطب فرما کے اسے حاصل کرنے کے لیے یوں ارشاد ہوتا ہے:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" (توبہ/۱۱۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اسلام کی ساری عبادتوں کا منشاء اور مقصد حصول تقویٰ ہے، ارشاد ہوتا ہے "یَا اَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ/۲۱)

اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی جس نے تم کو اور تمھارے پہلوں کو پیدا کیا عبادت کرو تاکہ تم تقویٰ پاؤ۔

روزہ حج قربانی کا بنیادی مقصد تقویٰ ہے، حج کے سلسلہ میں فرمایا گیا: " وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج/۳۲) اور جو اللہ کے شعائر (ارکان حج ومقامات حج) کی عزت کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقوی سے ہے۔

روزے سے متعلق: "كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ

قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ: (البقرۃ ۱۸۳/۲) تم پر روزہ اس طرح فرض کیا گیا جس طرح سے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا تا کہ تم تقوی حاصل کرو۔

قربانی کے بابت ہے "لَنْ یَنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَ لَا دِمَآءُھَا وَ لٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ": (الحج/۳۷) خدا کے پاس قربانی کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے، لیکن تمھارا تقوی اس کو پہونچتا ہے۔

عبادات سے الگ ہو کر اگر اسلام کے اخلاقی نظام کا جائزہ لیا جائے تو اس کی بنیاد بھی تقوی پر قایم ہے۔ "وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی" (البقرۃ ۲۳۷/۲) اور معاف کر دینا تقوی سے قریب تر ہے۔

اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی: (المائدۃ:۸) انصاف کرو وہ تقوی سے قریب تر ہے

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (آل عمران/۱۸۶) اور اگر صبر کرو اور تقوی کرو تو یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔

وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْراً، (النساء/۱۲۸) اور اگر اچھے کام کرو اور تقوی اختیار کرو تو اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے۔

تقویٰ رسول اکرم کی نظر میں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا شیریں و سرسبز و شاداب ہے اور اللہ تعالی نے تمھیں اس میں اپنا نائب بنایا، پس وہ تمھارے نامۂ اعمال کو دیکھتا ہے لہذا عورتوں سے اپنے دامن کو بچاؤ بیشک بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے باعث ہوا۔ (ریاض الصالحین/۴۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ تجھ سے ہدایت، تقوی، پاکدامنی اور مالداری (دل کی) کا سوال کرتا ہوں

(ریاض الصالحین/۴۷)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ باعزت کون ہے؟ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ باعزت متقی ہے۔ عرض کیا گیا ہم اس کے متعلق نہیں پوچھتے ہیں، نبی اکرم نے فرمایا حضرت یوسف علیہ السلام، جن کے والد اور

دادا نبی ہیں، دادا اللہ کے خلیل ہیں، صحابۂ کرام نے عرض کیا ہم اس کے متعلق نہیں پوچھتے ہیں، تو تم عرب کے خاندان والوں کے متعلق پوچھتے ہو، سنو جو جاہلیت میں بہتر شمار ہوتے تھے وہی اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ رکھتے ہوں۔ (ریاض الصالحین ۴۶/۱)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص قسم اٹھائے پھرے اس سے زیادہ تقوی والی بات دیکھے تو اس پر عمل پیرا ہو جائے (ریاض الصالحین ۴۷/۱)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تم کو اپنی ذات سے نہ کسی گورے کے مقابلے بڑائی حاصل ہے، نہ کسی کالے کے مقابلے میں، البتہ تم تقوی سے کسی کے معاملے میں بڑے ہو سکتے ہو۔ (مسند امام احمد)

تقویٰ کی برکت: حضرت علامہ پیر کرم شاہ ازہری "وَ مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ " (الطلاق ۲، ۳) کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ عوف بن مالک اشجعی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! میرے لڑکے کو دشمنوں نے قید کر لیا ہے اور اس کی ماں اس جدائی میں سخت بے چین ہے، مجھے حضور کیا فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اتق الله وا صبر وآمرك وايا ها ان تستكثر من قول لا حول و لا قوة الا بالله کاورد کیا کرو، یعنی اللہ سے ڈرو، صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑلو، میں تجھے اور تیری بیوی کو حکم دیتا ہوں کہ تم کثرت سے لا حول ولا قوة الا بالله کاورد کیا کرو، ارشاد نبوی سن کر وہ لوٹ آئے اپنی بیوی کو سارا ماجرا سنایا، وہ نیک بخت کہنے لگیں نعم ما امرنا بـه، حضور نے ہمیں جس چیز کا حکم دیا ہے وہ بہت ہی عمدہ ہے، پھر ان دونوں میاں بیوی نے بکثرت ورد شروع کر دیا، چنانچہ اس کی برکت سے دشمن ان کے بیٹے کی طرف سے غافل ہو گئے اور وہ ان کی غفلت کا فائدہ اٹھا کر وہاں سے بھاگ نکلا اور ان کی بھیڑ بکریاں ہانکتا ہوا بخیر و عافیت ماں باپ کے پاس پہونچ گیا۔ (ضیاء القرآن ۲۷۸/۵، ۲۷۹)

حضرت علی رضی الله تعالی عنه کا تقویٰ: ایک دن حضرت علی کرم اللہ

وجہ الکریم کہیں تشریف لے جا رہے تھے، ایک چیونٹی پر آپ کا پاؤں پڑ گیا اور وہ زخمی ہو گئی اور تکلیف کی وجہ سے ہاتھ پاؤں پٹکنے لگی، آپ کے قلب پر اس تکلیف کا ایسا اثر ہوا کہ غمگین ہو کر اس کے پاس بیٹھ گئے اور رونے لگے اور اس طرح لرزہ براندام ہو گئے کہ گویا آپ کے بدن میں طاقت ہی نہ رہی، چیونٹی ہاتھ پاؤں مار کر سوراخ میں چلی گئی، لیکن آپ کے دل میں اس کا بڑا دکھ رہا اور آپ اسی حال میں وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔

رات کے وقت آپ نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضور خشمگیں ہیں اور ڈانٹ رہے ہیں کہ اے علی تم نہیں سنتے کہ آج ساتوں آسمان میں تمھارے ظلم وستم کی داستان گونج رہی ہے، جس چیونٹی پر تم نے پاؤں رکھ دیا تھا وہ اپنے قوم کی سردار تھی اور صدیقین کی بارگاہ میں سے ایک تھی، وہ جس دن سے پیدا ہوئی، پل بھر بھی خدا کی تسبیح وتہلیل سے غافل نہیں ہوئی، مگر اس وقت کہ تم نے اسے کچل دیا۔ حضور کی یہ باتیں سن کر آپ کانپ اٹھے اور فرمایا کہ یا رسول اللہ ہم کیا کریں اور اب اس کا کیا چارہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے علی گھبراؤ نہیں، اس چیونٹی نے خدا سے تمھاری معذرت چاہی ہے اور کہا ہے کہ اے پروردگار تو نے ہر کام میں قصد اور بلا قصد کو معتبر فرمایا ہے، علی سے یہ حرکت قصداً نہیں بلکہ بلا قصد سرزد ہوئی ہے، اس سے در گزر کر دو اور میں بخشائش چاہتی ہوں، تو ان کو بخش دے، چونکہ تم میرے دربار کے شجاع کہلاتے ہو، اس لئے چیونٹی نے شفاعت کی اور تمھاری رہائی کا احسان رکھا، تب کہیں جا کر یہ قصور معاف ہوا ہے۔ اے علی اگر وہ تمھاری سفارش نہیں کرتی تو بارگاہ خداوندی میں تمھاری بڑی رسوائی ہوتی

(مکتوبات صدی مترجم/۴۸)

ہمشیرہ بشرؒ حافی کا تقویٰ: کسی عورت نے حضرت امام احمد بن حنبل سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ وہ اپنی چھت پر سوت کات رہی تھی کہ راستہ میں شاہی روشنی کا گزر ہوا اور اسی روشنی میں میں نے تھوڑا سا سوت کات لیا، اب فرمائیے کہ وہ سوت جائز ہے یا ناجائز؟ یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور اس قسم کا مسئلہ کیوں دریافت کرتی ہو؟ اس عورت نے جواب دیا میں بشرؒ حافی کی ہمشیرہ ہوں، امام صاحب نے فرمایا کہ وہ سوت تمھارے لیے ناجائز ہے، کیونکہ تم اہل تقویٰ کے خاندان سے ہو اور تمہیں اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلنا چا

ہیے جو مشتبہ کھانے پر اگر ہاتھ بڑھاتے تو ہاتھ بھی ان کی پیروی نہیں کرتا۔ (تذکرۃ الاولیا/۸۴)

حضرت ابراھیم بن ادھم کا تقوی: حضرت ابراہیم بن ادہم کا بیان ہے کہ بیت المقدس میں ایک چٹان کے نیچے میں رات گزار رہا تھا، ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا کہ دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا یہاں کون ہے، دوسرے نے جواب دیا ابراہیم بن ادہم، پھر اس نے کہا یہ وہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے جس کے مرتبے سے کچھ مرتبے کو گھٹا دیا ہے، اس کے ساتھی نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ اس لیے کہ اس نے بصرہ میں کھجوریں خریدیں اور کھجور بیچنے والے کی ایک کھجور گر گئی اور اس نے اٹھا کر رکھ لیا واپس نہیں کیا، حضرت ابراہیم کا بیان ہے کہ میں پھر بصرہ واپس گیا اور اس آدمی سے کھجوریں خریدیں اور ایک کھجور اس کے کھجور میں رکھ دی اور لوٹ کر پھر اسی چٹان کے نیچے رات گزاری، جب رات کا کچھ حصہ باقی تھا کہ دو فرشتے آئے اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ کون ہے، دوسرے نے کہا کہ ابراہیم بن ادہم، پھر اس نے کہا کہ کیا یہ وہی آدمی ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے جس کے مرتبے کو بحال فرما کر اور بلند فرما دیا ہے۔ (الرسالۃ القشیریہ از عبد الکریم نیشاپوری/۵۷)

امام اعظم کا کمال تقوی: زبدۃ المحافل میں ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک مجوسی نے قرض لیا، آپ وعدہ کی تکمیل پر رقم لینے کے لیے گیے، آپ کے جوتے کو نجاست لگ گئی آپ نے پاؤں جھاڑا، تو نجاست مجوسی کے مکان کی دیوار پر جا کر لگ گئی، آپ سوچ میں پڑ گئے کہ مجوسی کی دیوار خراب کر دی، اگر اسے صاف کرتا ہوں تو دیوار کی مٹی گرتی ہے اور اسی حالت میں چھوڑ کر جانا بھی مناسب نہیں ہے، لہذا آپ نے مجوسی کا دروازہ کھٹکھٹایا تو مجوسی باہر نکلا اور کہنے لگا امام المسلمین مجھے مہلت عطا فرمایئے، آپ نے فرمایا میری وجہ سے تیری دیوار کو نجاست لگ گئی ہے، اس پر تم مجھے معاف فرما دو۔ وہ کہنے لگا کیا آپ دیوار کو پاک کرنا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا ہاں، یہ سنتے ہی وہ کہنے لگا جو شخص دیوار کی نجاست کو دور کرنے میں اتنا متردد ہے اس کے حضور میں خود کو کیوں نہ پاک کروں، کلمہ طیبہ پڑھا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا، اس خوشی میں آپ نے اس کا قرض معاف فرما دیا۔ (زبدۃ المحافل/۲۳۹)

تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ حضرت امام اعظم ایک مرتبہ بازار جا رہے تھے کہ گرد وغبار

کے کچھ ذرات آپ کے کپڑوں پر آ گئے تو آپ نے دریا پر جا کر کپڑے کو خوب اچھی طرح دھو کر پاک کیا اور جب لوگوں نے پوچھا
کہ آپ کے نزدیک تو اتنی نجاست جائز ہے، پھر آپ نے کپڑا کیوں پاک کیا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ فتوی ہے اور یہ تقوی ہے۔ (تذکرۃ الاولیا ۱۴۱)

ایک نوجوان کا تقوی: حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مکاشفۃ القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان ایک عورت کی محبت میں مبتلا ہو گیا، وہ عورت کسی قافلہ کے ساتھ باہر سفر پر روانہ ہوگئی، جوان کو جب معلوم ہوا تو وہ بھی قافلہ کے ساتھ چل پڑا، جب قافلہ جنگل میں پہونچا تو رات ہوگئی اور قافلہ کے لوگوں نے وہیں پڑاؤ کیا، جب سب لوگ سو گئے تو وہ نوجوان چپکے سے اس عورت کے پاس گیا اور کہنے لگا میں تجھ سے بے انتہا محبت کرتا ہوں اور اس لیے قافلہ کے ساتھ آ رہا ہوں۔ عورت بولی جا کر دیکھ کوئی جاگ تو نہیں رہا ہے، نوجوان نے فرط محبت سے قافلے کا چکر لگایا اور واپس آ کر کہنے لگا کہ سب لوگ غافل پڑے سو رہے ہیں، عورت نے پوچھا اللہ تعالیٰ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ کیا وہ بھی سو رہا ہے؟ جوان بولا کہ اللہ تو کبھی نہیں سوتا اور نہ ہی اسے کبھی اونگھ آتی ہے، تب عورت بولی، لوگ سو گئے ہیں تو کیا ہوا اللہ تو جاگ رہا ہے ہمیں دیکھ رہا ہے اس سے ڈرنا ہم پر فرض ہے، جوان نے جونہی یہ بات سنی خوف خدا سے لرز گیا اور برے ارادے سے تائب ہو کر واپس گھر لوٹ آیا، جب وہ مرا تو کسی نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا سناؤ کیا گزری؟ جوان نے کہا میں نے اللہ تعالی کے خوف سے ایک گناہ کو چھوڑا تھا اللہ تعالی نے اس سبب سے میرے تمام گناہوں کو بخش دیا۔

(مکاشفۃ القلوب للغزالی ۴۵)

تقوی کا حصول کیسے ہو؟: حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ نے غنیۃ الطالبین میں تقوی حاصل کرنے کی ترکیب کچھ اس طرح بتائی ہے۔

حصول تقوی کی ابتدائی صورت یہ ہے کہ سب سے پہلے ان مظالم کی معافی مانگے، جو اس نے لوگوں پر کیے ہیں اور ان کے حقوق کے مطالبات سے عہدہ برآ ہو جائے، اس کے بعد صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے آزادی حاصل کرے اور اپنے دل کے گناہوں کو ترک کرنے میں

مشغول ہو، دل کے گناہ ہی تمام گناہوں کی اصل ہیں، دل ہی سے دوسرے اعضا میں گناہوں کی تحریک ہوتی ہے۔ نفسانی خواہشات کی مخالفت کرے تا کہ تمام قلبی گناہ ترک کرنے کی طرف آگے بڑھ سکے۔

اللہ تعالی کے حکم کے خلاف کسی چیز کو پسند نہ کرے اور نہ اللہ کی تدبیر کے ساتھ اپنی کسی تدبیر کو کام میں لائے اور نہ ہی اپنی تدبیر کو تدبیر الٰہی پر ترجیح دے، ہر چیز کو اللہ کے سپرد کرے اور اس کا مطیع وفرمانبردار بن جائے، اپنے آپ کو اس کے حوالے کردے اور اللہ تعالی کے دست قدرت میں ایسا بن جائے جیسے ایک شیر خوار بچہ اپنے دودھ پلانے والی ماں کی گود میں ہوتا ہے اور جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں مسلوب الاختیار ہوتا ہے، بندوں کی نجات اور رستگاری صرف اسی طریقے میں ہے۔ (غنیۃ الطالبین ۲۷۳/۲)

توکل اور بزرگان دین

- ☆توکل کی تعریف
- ☆توکل کی حقیقت
- ☆توکل اور قرآن
- ☆توکل احادیث کے آئینے میں
- ☆حضرت جنید بغدادی کا توکل
- ☆ایک اعرابی کا توکل
- ☆توکل کی برکت
- ☆حضرت حبیب عجمی کا توکل
- ☆توکل سے اشرفیاں روٹی ہوگئیں
- ☆متوکل کی شفارس خدا خود فرماتا ہے
- ☆توکل سے گدھا زندہ ہوگیا

توکل کا شمار بندہ مومن کی ان پاکیزہ اور مقدس صفات میں ہوتا ہے جن کو اپنا لینے کے بعد اسے تقرب الی اللہ کا درجہ مل جاتا ہے۔

توکل کی تعریف: توکل کے لفظی معنی بھروسہ کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں خدا پر بھروسہ کرنے کو کہتے ہیں عام طور سے لوگ توکل کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کام کے لیے جدوجہد اور کوشش نہ کی جائے بلکہ چپ چاپ ہاتھ پاؤں توڑ کے کسی حجرہ میں بیٹھ رہا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ خدا کو جو کچھ کرنا ہے وہ خود کرے گا یعنی تقدیر میں جو کچھ ہے وہ ہو کر رہے گا، اسباب اور تدبیر کی ضرورت نہیں لیکن یہ سراسر وہم ہے

توکل کی حقیقت: حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مکاشفۃ القلوب میں توکل کی حقیقت اس طرح بیان فرمائی ہے۔

توکل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسباب سے قطع نظر کر لیا جائے جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے بلکہ توکل اسباب کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے حضور ﷺ سے ایک بدوی نے پوچھا میں اونٹ کا پیر باندھ کر یا کھلا چھوڑ کر توکل کروں آپ نے فرمایا اونٹ کا پیر باندھ دے اور اللہ پر توکل کر۔

فرمان نبوی ہے کہ اگر تم اللہ پر توکل کرنے کی حقیقت کو پا لیتے تو اللہ تعالی تمہیں پرندوں کہ طرح رزق دیتا جو صبح بھوکے اٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔

(مکاشفۃ القلوب ۲۱۳)

توکل قرآن کے آئینے میں: توکل وقناعت مومن کی بیش بہا نعمت ہے اس لیے اسلامی تعلیم میں توکل پر بڑا زور دیا گیا ہے، چنانچہ اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر قرآن پاک میں ہر خاص وعام کو توکل کی تاکید فرمائی گئی ہے ایک جگہ توکل کو ایمان کی شرط قرار دیتے ہوئے اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے" اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (آل عمران ۱۶۰) اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر نہیں آسکے گا اور وہ اگر تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کرے اور مومنین کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

اہل ایمان کو کافروں کی دل آزار باتوں اور ناز یبا حرکات کی پرواہ کیے بغیر اللہ پر توکل کرنے کی تاکید فرمائی گئی اور فرمایا اللہ ہی ایمان والوں کا کارساز ہے اور دین حق کی تبلیغ واشاعت میں پیش آنے والی مشکلات اور پریشانیوں پر بھی اللہ پر بھروسہ کرنے کی تلقین یوں کی گئی۔

"وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا" (الفرقان/۵۸)

اور اس زندہ پر توکل کر جسے موت نہیں آتی اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور اللہ اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونے کے لیے کافی ہے، رسول گرامی وقار ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ تم اپنا کام مخالفین ومعاندین کی پرواہ کیے بغیر کیے جاؤ، خدا پر بھروسہ رکھو، جس کے سوا کوئی بااختیار نہیں۔

"فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ" (التوبہ/۱۲۹) اور اگر یہ کہنا نہ مانیں تو کہہ دو اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس پر میں نے بھروسہ کیا وہ بڑے تخت کا مالک ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا کہ مجھے تمھاری مخالفتوں کی کوئی فکر نہیں ہے مجھے جو اصلاح وتبلیغ کا کام کرنا ہے وہ کروں گا، میرا تو خدا پر بھروسہ ہے۔

(اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (ھود/۸۸) جب تک مجھے طاقت ہے میں کام سدھارنا چاہتا ہوں میری توفیق اللہ ہی سے ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے اسے کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ خود اللہ پاک اس کے لیے کافی ہے۔

"وَ مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ" (الطلاق/۳) اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو وہ اس کے لیے کافی ہے، جو اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں ان پر ان کے توکل کی وجہ سے شیاطین کا کچھ بس نہیں چلتا بلکہ اللہ کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے۔

"اِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ" (المجادلۃ ۱۰)

کافروں کی کانا پھوسی شیطان کا کام ہے وہ اس لیے کی جاتی ہے کہ ایمان والے رنجیدہ ہوں گے مگر اللہ کے حکم کے بغیر انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا پس ایمان والوں کو چاہیے کہ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔

توکل احادیث کے آئینے میں :توکل کی ایک ہلکی سی جھلک آپ نے مذکورہ بالا سطور میں قرآن کی روشنی میں دیکھی اللہ کے رسول نے بھی توکل وقناعت کا مقدس درس ہمیں دیا ہے، جس کا ایک اجمالی خاکہ ہدیہ ناظرین ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم سے سنا آپ نے فرمایا اگر تم اللہ پر کما حقہ توکل کرو تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے، جو صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر واپس آتے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح ۴۵۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے وہ بندگان خدا ہوں گے جو منتر نہیں کراتے اور شگون بد نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔ (بخاری ۲/۹۵۸ رضا اکیڈمی)

حضرت عمر بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ آدمی کے دل کے لیے ہر میدان میں (اس کے افکار کی) ایک شاخ ہے، پس جو آدمی اپنے دل کو ان شاخوں اور خواہشوں میں لگا دے گا اور فکر کے گھوڑے ہر طرف دوڑائے گا تو اللہ کو پرواہ نہ ہوگی کہ کس وادی اور کس میدان میں اس کی ہلاکت ہو اور جو آدمی اللہ پر توکل کرے تو اللہ تعالی اس کی ساری (فکروں اور) ضرورتوں کے لیے کفایت کرے گا۔ (مشکوۃ ۴۵۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ کلمات کہے (بسم اللہ توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ) تو ان کلمات کے قائل کو کہا جاتا ہے کہ تجھے ہدایت دی گئی اور تجھے بچایا گیا نیز اس سے

شیطان دور رہتا ہے۔ (ریاض الصالحین ۵۳)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ ہمیں کافی ہے اور اچھا کارساز ہے نبی اکرم ﷺ کو جب کہا گیا کہ لوگ آپ کے مقابلہ کے لیے جمع ہوئے ہیں ان سے ڈرنا چاہیے تو ان کے ایمان بڑھ گئے اور انھوں نے فرمایا اللہ ہمیں کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔

(ریاض الصالحین ۵۳)

حضرت جنید بغدادی کا توکل: ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے پانچ سو اشرفیاں لاکر نذر کرنی چاہیں آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تیرے پاس ان اشرفیوں کے علاوہ اور بھی ہیں، اس نے کہا، ہاں، آپ نے دوسرا سوال کیا کہ یہ بتاؤ اب آئندہ تجھے اور مال کی ضرورت ہے کہ نہیں اس نے کہا ضرورت کیوں نہیں ہے ہر وقت ضرورت ہے تو آپ نے فرمایا کہ بس اپنی اشرفیاں واپس لے جاؤ تو مجھ سے زیادہ محتاج ہے، کیوں کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور تیرے پاس دولت ہے اس کے باوجود تو دولت کا ضرورت مند ہے براہ کرم اپنا مال لے لو کیوں کہ میں محتاجوں سے مال نہیں لیتا اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک میرا مولیٰ ہے غنی ہے اور دونوں جہاں فقیر ہے۔

(تذکرہ مشائخ قادریہ ۱۹۵)

ایک اعرابی کا توکل: حضرت غوث پاک غنیۃ الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن طاؤس نے اپنے والد حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ایک اعرابی نے اپنی سواری کا اونٹ ایک جگہ بیٹھا کر باندھ دیا پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ الٰہی یہ سواری کا اونٹ مع تمام سامان کے جب تک لوگوں میں ہے تیری ضمانت میں ہے یہ کہہ کر وہ مسجد الحرام میں چلا گیا تھوڑی دیر بعد نکل کر اس جگہ پہونچا جہاں اونٹ باندھ کر گیا تھا دیکھا کہ اونٹ اور سامان سب غائب ہے اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کے کہا الٰہی! میری کوئی چیز چوری نہیں ہوئی، جو کچھ چوری گیا ہے وہ تیرا ہی تھا تیری ہی چیزیں چوری گئی ہیں طاؤس کہتے ہیں کہ ہم یہ حال دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک کوہ ابوقیس کی چوٹی سے ایک شخص کو اترتے دیکھا جو بائیں

ہاتھ سے اونٹ کی مہار پکڑے اس کو کھینچ کر لا رہا تھا اور اس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا تھا اور اس کے گلے میں جھول رہا تھا وہ شخص اعرابی کے پاس آیا کہ لو سواری اور سامان۔ میں نے اعرابی سے کیفیت دریافت کی اس نے کہا کہ میں اس اونٹ اور سامان کو لے کر جب ابوقیس پر پہونچا تو ایک سوار آیا اور مجھ سے کہا کہ اے چور اپنا داہنا ہاتھ نکال میں نے داہنا ہاتھ نکالا اس نے میرا داہنا ہاتھ پتھر پر رکھ کر کاٹ دیا اور میری گردن میں لٹکا دیا اور مجھ سے کہا کہ نیچے اتر اور سواری سامان جس اعرابی کا ہے اس کو واپس کردے۔ (غنیۃ الطالبین ر۶۵۴)

توکل کی برکت : ایک بار خواجہ حبیب ملک شام کی طرف بقصد سفر روانہ ہوئے حالت توکل میں جس منزل پر پہونچتے آبادی سے دور ویرانے میں رات بسر کرتے عالم غیب سے آپ کو کھانا پہونچ جاتا اور دن ہوتا تو پھر روانہ ہو جاتے جب ملک شام میں پہونچے تو وہاں ایک بزرگ کو دیکھا جو از حد یاد الٰہی میں مشغول تھے دن روزے سے اور رات عبادت میں گذارتے اندر جا کر سلام عرض کیا حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ آپ بیٹھ گئے اور دل میں خیال آیا کہ یہ بزرگ جنگل میں رہتے ہیں اور انھیں روزی کہاں سے ملتی ہے ابھی یہ خیال آنا ہی تھا کہ اس بزرگ نے فرمایا اے خواجہ تقریباً ستر سال سے میں اس غار میں رہتا ہوں مجھے عالم غیب سے روزی پہونچ جاتی ہے آج کی شب اگر آپ میرے یہاں مہمان رہے تو میرے توکل کا ذوق معلوم ہو جائے گا کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں الغرض آپ نے شام کی نماز اسی بزرگ کے ہمراہ ادا کی اتنے میں ایک شخص شیر پر سوار دسترخوان لے کر آپہونچا جب قریب آیا تو شیر سے اتر کر دسترخوان اس بزرگ کے سامنے رکھ کر پیچھے ہٹا اور دست بستہ کھڑا ہو گیا بزرگ نے فرمایا کہ دسترخوان آگے لاؤ ابھی کھانا شروع بھی نہ کیا تھا کہ چند صوفی اور آ گئے اور سب مل کر کھانا کھانے لگے کھانے کے بعد بزرگ نے زمین پر ہاتھ مارا تو ایک چشمہ بہ نکلا جس سے سب نے مل کر پانی پیا اور خدا کا شکر ادا کیا اور اللہ اکبر کہہ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اے خواجہ آپ کہتے تھے کہ یہ کہاں سے کھاتا ہے دیکھو میری روزی اس طرح سے مجھے پہونچتی ہے۔ (اسرار الاولیا ر۹۷)

حضرت حبیب عجمی کا توکل: آپ کا مکان بصرہ کے چوراہے پر تھا ایک دن آپ نے کپڑے نکال کر چوراہے پر رکھ دیے اور خود کہیں نہانے کے لیے چلے گئے، اتفاق

سے حسن بصری کا گزر ادھر سے ہوا اور آپ نے لباس شناخت کرلیا اور کہا کہ یہ کپڑا حبیب عجمی کا ہے اگر کوئی اٹھا کر چلا گیا تو کیا ہوگا، اس لیے آپ کپڑوں کی حفاظت کی خاطر وہاں ٹھہرے رہے اور حبیب عجمی واپس آئے تو حسن بصری سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں انھوں نے فرمایا کہ تم اپنا لباس کس کے بھروسے پر چھوڑ کر چل دیے، اگر کوئی اٹھا کر لے جاتا تو کیا ہوتا، حبیب عجمی نے جواب دیا، اس کے بھروسے پر چھوڑ کر گیا تھا، جس نے حفاظت کے لیے آپ کو یہاں تک پہونچایا۔

توکل سے اشرفیاں روٹی ہو گئیں : شیخ ابو یعقوب بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک بار حرم شریف میں دس روز تک بھوکے رہے جسم میں نقاہت کا احساس ہوا دل میں خیال آیا کہ ویرانے کی طرف نکل جاؤں ممکن ہے کچھ مل جائے تو اس سے بھوک رفع کرلوں گا ویرانے میں پہونچے تو ایک شلجم راستے میں پڑا ہوا ملا مگر وہ بھی سڑا ہوا تھا اٹھا نے کو اٹھالیا مگر اندر سے طبیعت میں تکدر رہا کہ دس روز کی بھوک کے بعد کیا تمھارے حصہ میں یہ سڑا ہوا شلجم ہی رہ گیا ہے پھینک دیا اور مسجد حرام میں لوٹ آئے تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اور شیخ کے روبرو کھڑا ہو گیا اور ایک تھیلی کھولنے لگا اور کہا یہ پانچ سو اشرفیاں آپ کے لئے ہیں شیخ نے کہا میرے لئے کیوں اس نے جواب دیا میں دس روز پہلے سمندری سفر کر رہا تھا اور ہمارا جہاز غرق آب ہونے کے قریب تھا تمام لوگوں نے اپنے اپنے طور پر نذریں مانیں کہ کسی طرح غرقابی سے نجات مل جائے میں نے یہ عہد کیا کہ زندہ بچ جاؤں تو یہ پانچ سو اشرفیاں خانہ کعبہ میں داخل ہو کر مجاورین میں سے اس شخص کی نذر کروں گا جس پر میری نگاہ پہلے پڑے گی اور آپ ہی پہلے شخص ہیں جن کو میں نے دیکھا لہذا یہ قبول کیجئے شیخ نے کہا تھیلی کھولو تاجر نے تھیلی کھولی تو اس میں روٹی مصری بادام کے چھلے ہوئے دانے اور شکر پارے تھے۔ شیخ نے اس میں سے ایک مٹھی لے لیا اور کہا لے جاؤ بقیہ اپنے گھر والوں کو دے دینا یہ میری طرف سے انھیں ہدیہ ہے۔

شیخ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے دل میں کہا اے نفس تیری روزی دس دن سے تیری طرف آرہی تھی اور تو اسے ڈھونڈھنے ویرانے میں گیا تھا۔ (بزم اولیا/۲۲۷)

متوکل کی سفارش خدا خود فرماتا ہے : زہر الریاض میں حضرت نسفی

علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ ہارون رشید کے زمانہ میں ڈاکوؤں کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا گیا، لوگوں نے ان کے ساتھ ایک ایسے شخص کو پکڑ کر قید کرادیا جو ڈاکو نہیں تھا اب ڈاکوؤں کے ساتھی آتے رہے اور سفارش وضمانت سے رہائی دلواتے رہے یہاں تک کہ وہ بیچارہ اکیلا قید خانہ میں پڑارہ گیا کیونکہ اس کا کوئی حمایتی اور سفارشی نہیں تھا، وہ اسی طرح اللہ کی رضا پر راضی صابر شاکر دن بسر کرتا رہا ایک دن جیل کے چوکیدار کو اس نے ایک رقعہ دیا اور کہا اسے مکان کی چھت پر رکھدو اس نے اسے مکان کی چھت پر رکھ دیا ادھر ہارون رشید نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ قید خانہ میں ایک غریب ہے، لیکن بے گناہ قیدی ہے، جس کا کوئی حمایتی اور سفارشی نہیں، جب کہ ہر ایک کے ساتھی نے اپنا اپنا ساتھی رہا کرالیا ہے اب میں اس کی سفارش کرتا ہوں۔

جب ہارون رشید بیدار ہوا تو اس نے اس کے پاس دس جوڑے کپڑے دس گھوڑے اور دس ہزار درہم بھیج دیے اور پھر پورے شہر میں اعلان کرایا کہ یہ اس شخص کی جزا ہے جس نے مخلوق کے بجائے خالق پر توکل کیا۔ (زینۃ المحافل ۱/۵۷،۵۶)

توکل سے گدھا زندہ ہو گیا: اسرار الاولیا میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت رابعہ بصری کو حج کی آرزو ہوئی تو گدھے پر سوار ہو کر حج روانہ ہوئیں جب جنگل میں پہونچیں تو گدھا مرگیا اور آپ کے سارے اسباب پڑے رہ گئے لوگوں نے آکر کہا کہ لاؤ ہم بوجھ اٹھالیں لیکن آپ نے فرمایا کہ میں تمھارے بھروسے پر نہیں روانہ ہوئی ہوں جس پر میرا توکل ہے وہ خود میرا اسباب پہونچادے گا، یہ کہہ کر قافلہ روانہ ہوگیا اور آپ تنہا جنگل میں رہ گئیں، آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ پروردگار! تو نے ضعیفہ سے اچھا سلوک کیا کہ جنگل میں اس کا گدھا ماردیا ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے بھی نہ پائی تھیں کہ گدھا زندہ ہوگیا اور اس پر اپنا اسباب رکھ کر روانہ ہو گئیں

(اسرار الاولیا ۹۵)

توکل کیسے حاصل ہو؟ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ منہاج العابدین میں توکل پیدا کرنے کا طریقہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

توکل اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ بندہ رزق اور دیگر ضروریات کے متعلق خدائے تعالیٰ

کے ضامن اور کفیل ہونے کا تصور رکھے اور خدا کے کمال علم اور اس کی کمال قدرت کا تصور کرے اور اس بات پر یقین رکھے کہ خدائے تعالیٰ خلاف وعدہ، بھول، عجز اور ہر نقص وعیب سے منزہ ہے جب ہمیشہ ایسا تصور ذہن میں رکھے گا تو ضرور اسے رزق کے بارے میں رب تعالیٰ پر توکل کی سعادت نصیب ہو جائے گی۔ (منہاج العابدین/۱۸۲)

وظیفۂ توکل: تزکیہ نفس اور حسن معاشرت پر معرکۃ الآرا کتاب مکاشفۃ القلوب میں ہے کہ جو شخص صبح وشام سات مرتبہ حسبی اللہ لاالٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے تمام عزائم ومقاصد کو پورا کر دیتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے دنیا وآخرت کے تمام کام پورے ہو جاتے ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب/۲۱۶)

صبر و تحمل اور بزرگان دین

- ☆ صبر کا مفہوم
- ☆ صبر اور قرآن
- ☆ صبر اور ارشادات رسول
- ☆ حقیقت صبر امام غزالی کی نظر میں
- ☆ صبر کی برکت
- ☆ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا صبر
- ☆ حضرت مالک بن دینار کا صبر
- ☆ ایک عورت کا صبر
- ☆ صبر کیسے حاصل ہو؟

صبر وتحمل کا تعلق ان اعلی صفات سے ہے جس کا حامل ہر کس و ناکس نہیں ہوا کرتا ہے یوں تو اس صفت حمیدہ سے متصف ہونے کا دعوی ہر کوئی کرتا ہے لیکن حقیقت میں اس سے آراستہ ہونا بڑے دل اور گردے کا کام ہے۔

صبر کا مفہوم: اس خوبی سے مزین ہونے کے لیے انسان کو جہاں عزم مصمم؛ بلند حوصلگی اور قوت برداشت کی شدید ضرورت ہوتی ہے وہیں اپنے نفس پر قابو پانا ایک ناگزیر امر ہے۔

دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ صبر وتحمل کی کمزوری خاموشی اور بیکسی کے مجبورانہ درگزر کا نام نہیں بلکہ دل کی انتہائی قوت، ہمت کی بلندی، عزم کی استواری اور مشکلات و مصائب کو خدا کے بھروسے پر خاطر میں نہ لانے کا نام صبر وتحمل ہے اسی لیے قرآن پاک میں صبر کرنے والوں کا انعام بے حساب بتایا گیا ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر/١٠) صبر کرنے والوں کو توان کی مزدوری بے حساب ملے گی۔

صبر اور قرآن: صبر کی تعلیم پر قرآن پاک میں جا بجا مختلف طریقوں سے زور دیا گیا ہے اور صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے چنانچہ جب عرب کے بدو حضور اکرم ﷺ کے حجرے کے سامنے آکر آپ کو بدتمیزی سے پکارتے تھے تو ان سے یہ کہا گیا کہ اتنی گھبراہٹ کیا تھی ذرا ٹھہر جاتے، وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ" (الحجرات/٥) اگر وہ ذرا صبر کرتے یہاں تک کہ تم (اے رسول) ان کے پاس آتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔

حضور اکرم ﷺ نے جب اسلام کے ابتدائی دور میں لوگوں کو دعوت توحید دی اور اسلام پیش کیا تو ہر طرف سے مخالفتیں شروع ہوگئیں اور کفار مکہ مشتعل ہو کر طرح طرح سے اذیتیں دینے لگے تو اس وقت آپ کو کامیابی کی منزلیں دور سمجھ میں آنے لگیں اور صدمہ لاحق ہو گیا اس وقت اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے آپ کو صبر کا پیغام ملا کہ آپ اضطراب اور گھبراہٹ میں نہ پڑیں بلکہ پوری مستعدی اور تندہی سے اپنا کام کرتے جائیں اللہ اپ کا محافظ ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے "وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا" (الطور/٤٨) اے رسول تو اپنے پروردگار کے فیصلے پر ثابت قدم رہ کر منتظر رہ کیونکہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

اس کے علاوہ دوسری آیات میں صبر کی تلقین کچھ اس طرح کی گئی ہے "وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ" (یونس ۱۰۹) اور ثابت قدم رہ کے منتظر رہو یہاں تک کہ خدا فیصلہ کردے وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں بہتر ہے۔

"فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ" ثابت قدم رہ کے منتظر رہو بیشک کامیابی پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ (ھود ۴۹/۱۲)

ایک جگہ تو براہ راست مومنوں سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے: "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ" (البقرۃ ۲/۱۵۳)

اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد مانگو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

صبر ارشادات رسول کی روشنی میں :مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں صبر کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کیا گیا ہے ساتھ ہی صبر کرنے کی بار بار تلقین بھی کی گئی ہے اس طرح اور دیگر بہت سی آیات ہیں جن میں صبر کی تعلیم بڑے شد ومد کے ساتھ دی گئی ہے اب درج ذیل سطروں میں صبر کی اہمیت حدیث رسول کی روشنی میں دیکھیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بندہ مومن کا معاملہ عجیب ہے اس کے ہر معاملے اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اگر اس کو خوشی اور راحت وآرام پہونچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اگر اس کو کوئی دکھ اور رنج پہونچتا ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لیے سراسر خیر اور موجب برکت ہے۔ (ریاض الصالحین ۲۷)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عز وجل کا ارشاد پاک ہے جب میں اپنے مومن بندے کو بلا میں ڈالوں اور وہ اس ابتلاء پر میری حمد کرے تو وہ اپنی خواب گاہ سے ایسے پاک ہو کر اٹھے گا جیسے اس دن کہ جب اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے میں نے اپنے بندہ کو مقید اور مبتلا کیا اس لیے ویسا ہی عمل جاری رکھو جیسا صحت میں تھا۔ (مشکوۃ المصابیح ۱۳۷)

محمد بن خالد سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے کہا کہ سرکار دوعالم نے فرمایا کہ بندہ کے لیے علم الٰہی میں جب کوئی مرتبہ کمال مقتدر ہوتا ہے اور وہ اپنے عمل سے اس مرتبے کو نہیں پہونچتا تو خدائے تعالیٰ اس کے جسم یا مال یا اولاد پر مصیبت ڈالتا ہے پھر اس پر صبر عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ اسے اس مرتبہ تک پہونچادیتا ہے جو اس کے لیے علم الٰہی میں مقدر ہو چکا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۷)

حضرت عطا بن رباح سے مروی ہے کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا میں تجھ کو ایک جنتی عورت دکھلاؤں؟ انھوں نے کہا ہاں کیوں نہیں، کیا یہ کالی عورت جو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے مرگی کا عارضہ ہے جب دورہ پڑتا ہے تو ستر کھل جاتا ہے لہذا میرے لیے دعائے شفا فرمادیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تو صبر کرے تو تیرے لیے جنت ہے اور تو چاہے تو تیرے لیے دعا کردوں کہ تندرست ہو جائے انھوں نے عرض کیا میں صبر کروں گی بس اتنی دعا فرمادیں کہ جب دورہ پڑے تو میری بے پردگی نہ ہو حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ (بخاری جلد ۲ ر ۸۴۴)

حقیقت صبر امام غزالی کی نظر میں: حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ صبر کی حقیقت بڑے ہی شرح وبسط کے ساتھ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

اے عزیز! معلوم ہونا چاہیے کہ صبر انسان کا خاصہ ہے جانوروں میں صبر کی صفت نہیں ہوتی کیونکہ وہ ناقص ہیں اور انسان کامل ہے پس جانور شہوت سے مغلوب ہیں اور ان میں شہوت کے سوا اور کوئی تقاضہ کرنے والا نہیں ہے جس کے باعث وہ شہوت سے باز رہیں یا اس پر صبر کریں فرشتے حق تعالیٰ کی عبادت اور اس کی محبت میں مستغرق رہتے ہیں اور اس بات سے ان کو کوئی روکنے والا نہیں ہے کہ اس مانع کو دفع کرنے میں ان کو صبر کرنا پڑے اس طرح فرشتے بھی صبر کی صفت سے متصف نہیں رہے۔

انسان کی آفرینش کی ابتدا میں اس کی سرشت میں جانوروں کی صفت موجود تھی یعنی اس پر کھانے پینے پہننے آرائش اور کھیل کود کا شوق غالب رہتا ہے اس کے بعد جب انسان بالغ ہو جاتا ہے تو انوار ملائکہ میں سے ایک ایسا نور، جس سے ہر کام کا انجام نظر آتا ہے اس کے دل

میں پیدا ہو جاتا ہے بلکہ دو فرشتوں کو اس پر موکل مقرر کر دیا جاتا ہے، جانور اس وصف سے محروم ہیں ان دو فرشتوں میں سے ایک کا کام یہ ہے کہ اس کو ہدایت کرے۔ انوار ملائکہ سے جو نور اس کو ملتا ہے اور اس کے اندر سرایت کرتا ہے اس کی بدولت وہ ہر کام کی خوبی اور مصلحت کو دیکھتا ہے یہاں تک کہ اسی نور کی بدولت وہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے اور معلوم کر لیتا ہے کہ شہوت نفس کی پیروی آخر کار انسان کو ہلاک کر دیتی ہے اگر چہ بالفعل اس میں لذت ہوتی ہے لیکن اس کو سمجھنا چاہیے کہ یہ خوشی اور یہ لذت جلد گزر جائے گی، لیکن اس کا عذاب اور اس کی تکلیف دیر تک باقی رہے گی اور یہ ہدایت یا نور کے حق میں نہیں ہے لیکن انسان کا محض یہ سمجھ لینا ہی کافی نہیں ہے کیونکہ شہوت اور خواہش کو مضر سمجھتے ہوئے بھی جب اس کے دفع کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو محض مضر سمجھنے سے کیا فائدہ؟ جس طرح ایک بیمار جانتا ہے کہ بیماری اس کے لیے مضرت رساں ہے لیکن وہ مرض کے دفع کرنے پر قادر نہیں ہے، پس حق تعالیٰ نے اس دوسرے فرشتے کو اس بات پر مقرر کر دیا کہ اس کو مہلت دے اور اس کو دفع کرنے میں اس کو قوت پہونچائے اور وہ اس مضر کام سے باز رہے۔

جس طرح آدمی میں شہوت رانی کی ضروری قوت موجود رہتی ہے اسی طرح ایک دوسری قوت بھی اس کو دی گئی ہے جو شہوت نفس کی مخالفت کرتی ہے تاکہ آئندہ اس کو مضرت سے بچائے مخالفت کی یہ قوت ملائکہ کے لشکر سے اور شہوت رانی کی قوت شیطان کے لشکر سے تعلق رکھتی ہے شہوت کی مخالفت کو قوت پہونچانے والی دینی قوت ہے اور شہوتوں کو تقویت پہونچانے والی ہوا و ہوس کی قوت ہے ان دونوں لشکروں میں ہمیشہ جنگ رہتی ہے ملائکہ کا لشکر کہتا ہے کہ معصیت نہ کر اور شیطان کا لشکر کہتا ہے کہ معصیت کر اور انسان بیچارہ ان دونوں محرکات کے درمیان حیران رہ جاتا ہے اگر دینی قوت کی تحریک اس کو ارادے پر ثابت قدم رکھے اور شیطانی لشکر سے مقابلہ کرنے میں نہ چوکے تو اس کو صبر کہتے ہیں اور اگر یہ محرک اس ہوا و ہوس کو مغلوب کر دے تو اس کا نام ظفر ہے اور جب تک انسان اس جنگ میں مصروف رہتا ہے اس کو جہاد نفس کہتے ہیں پس صبر کے معنی یہ ہوئے کہ انسان ہوا و ہوس کے محرک کے مقابلہ میں دین کے محرک اور باعث کو قائم رکھے اور جہاں ان دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو وہاں صبر کا ہونا ضروری ہے ملائکہ

کو تو صبر کی حاجت نہیں جانور اور بچے میں صبر کی قوت نہیں یہ دو فرشتے جن کا ذکر کیا گیا ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ (کیمیائے سعادت اردو/۷۳۲)

صبر کی برکت : شیخ ابوعبدالرحمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے لیے روانہ ہوئے راہ میں بغداد ملا مگر حضرت جنید بغدادی سے ملاقات نہ کیا ریاضت و مجاہدہ کا یہ حال تھا کہ چالیس روز تک کچھ نہ کھایا نہ پیا اور ہر وقت باوضو رہتے، بغداد سے آگے بڑھ کر ایک بیابان سے گذر رہے تھے کہ پیاس کا غلبہ بڑھا دور سے ایک کنواں دیکھا جس کا پانی لبالب ہے اور ہرن پانی پی رہا ہے مگر جب آپ کنویں کے قریب پہونچے تو کنویں کا پانی اندر چلا گیا یہ دیکھ کر ان کے دل میں خیال آیا کہ مالک و مولیٰ! تیرے نزدیک میری قدر ہرن کے برابر بھی نہیں اتنے میں آواز آئی کہ میں نے تیری آزمائش کی مگر تو نے صبر کا دامن چھوڑ دیا جا پانی پی ہرن اسی ڈول کے بغیر پانی پی رہا تھا اور تو رسّی ڈول کے ساتھ پانی پی۔

یہ آواز سن کر شیخ ابوعبدالرحمان دوبارہ کنویں پر گئے تو پانی اس کے مُنڈیر تک لبریز تھا آپ نے چھاگل کو پانی سے بھرا اور اس پانی سے مدینہ منورہ تک پورے سفر میں پیتے اور وضو کرتے رہے وہ ختم نہیں ہوا حج و زیارت کے بعد واپس کے وقت جامع مسجد بغداد میں داخل ہوئے تو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی نے دیکھتے ہی فرمایا اگر تم ذرا صبر سے کام لیتے تو پانی تمہارے پیروں تلے سے جاری ہوتا۔ (بزم اولیا/۲۰۸_۲۰۹)

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا صبر : حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے صبر کا یہ عالم تھا کہ ان کے چھوٹے لڑکے کا انتقال ہوا اور لوگ اسے دفن کر کے واپس ہوئے تو قطب صاحب کی زوجۂ محترمہ وفورِ غم سے گریہ وزاری کرنے لگیں قطب الدین بختیار کاکی نے گریہ وزاری کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ چھوٹے لڑکے کا انتقال ہو گیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا تو اس کی زندگی کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتا۔ (سیر الاولیا/۴۵)

حضرت مالک بن دینار کا صبر : حضرت مالک بن دینار نے کسی یہودی کے مکان کے قریب ایک مکان کرایہ پر لیا آپ کا حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا یہودی

نے دشمنی میں ایک ایسا پرنالہ بنوایا جس کی وجہ سے گندگی آپ کے مکان پر آتی اور نماز کی جگہ ناپاک ہو جایا کرتی تھی یہ عمل عرصہ تک چلتا رہا لیکن آپ نے صبر کیا اور کبھی اس سے شکایت نہیں کی ایک دن اس یہودی نے خود ہی آپ سے عرض کیا کہ میرے پرنالے کی وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں؟ آپ نے فرمایا پرنالے سے جو غلاظت گرتی ہے اس کو جھاڑو لے کر روزانہ دھو ڈالتا ہوں اس لیے مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ یہودی نے عرض کیا کہ آپ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہ آیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جو لوگ غصہ پر قابو پا لیتے ہیں نہ صرف ان کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں بلکہ انھیں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے یہ سن کر یہودی نے کہا کہ یقیناً آپ کا مذہب بہت عمدہ ہے کیونکہ اس میں دشمنوں کی اذیت پر صبر کرنے کو اچھا کہا گیا ہے اور آج میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں۔

(تذکرۃ الاولیاء/۴۹)

ایک عورت کا صبر: بزم اولیا میں ہے کہ طواف بیت اللہ کے دوران شیخ ابوالحسن سراج کی نظر ایک عورت پر پڑی نہایت حسین وجمیل اور خوبرو تھی شیخ نے اپنے آپ سے کہا بخدا میں نے آج تک ایسا چہرہ نہیں دیکھا شاید یہ اس کی خوش حالی اور فکر وغم کی آزادی کی وجہ سے ہو۔ عورت نے شیخ کی یہ بات سن لی اس نے کہا کیا کہہ رہے ہو؟ واللہ میں غموں میں گرفتار ہوں اور میرے ساتھ کوئی میرا غم بانٹنے والا بھی نہیں ہے شیخ نے کہا تجھے کیا غم ہے عورت بولی میرے شوہر نے ایک بکری کو قربان کیا میرے دو چھوٹے لڑکے کھیل رہے تھے ایک شیر خوار گود میں تھا میں کھانا پکانے میں مصروف تھی دونوں لڑکوں میں سے بڑے نے دوسرے سے کہا آؤ میں تمھیں بتاؤں کہ ابا نے بکری کو کیسے ذبح کیا چھوٹے نے کہا بتاؤ بڑے بھائی نے چھری ہاتھ میں لی اور چھوٹے بھائی کو زمین پر لٹادیا اور ذبح کردیا بھائی کا خون اور تڑپنا دیکھ کر خود پہاڑ کی طرف بھاگ گیا اس کا باپ اس کی تلاش میں گیا مگر اسے نہ پاسکا کیونکہ اس بیٹے کو بھیڑیے نے پھاڑ کھایا میرا شوہر بھی پہاڑوں سے واپس نہ آسکا پیاس کی شدت اور گرمی نے اس کی بھی جان لے لی ذبح شدہ لڑکے کی آواز سن کر میں بھی اسے دیکھنے گئی اور شیر خوار بچے کو چولھے کے پاس چھوڑ گئی تھی اس نے گرم ہانڈی اپنے اوپر انڈیل لی اور جل کر ہلاک ہو گیا میری ان تمام

بچوں سے بڑی ایک بیٹی تھی جس کی شادی ہو چکی تھی وہ اپنے شوہر کے گھر رہتی تھی ان واقعات کی خبر اس کو پہونچی تو وہ صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اور زمین پر تڑپ تڑپ کر مرگئی میں تنہا رہ گئی ہوں اور ان تمام غموں کا بوجھ لیے چل رہی ہوں۔

شیخ ابوالحسن نے سنا تو متعجب ہوئے اور پوچھا کہ آخر تم ان پر صبر کیسے کرتی ہو عورت نے جواب دیا جو بھی صبر اور بے صبری کو الگ الگ کر دے اسے دونوں کے درمیان نمایاں راہ مل جائے گی خوشی ظاہر کر کے اگر صبر کر لیا تو اس کا انجام بہتر اور اس کا پھل میٹھا ہے اور اگر بے صبری میں مبتلا رہوں تو اس کا اجر وعوض نہ پائے گا۔ (بزم اولیا/۲۱۹۔۲۲۰)

صبر کس طرح حاصل ہو ؟صبر کیسے حاصل ہو؟اس سلسلے میں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں رقمطراز ہیں

اے عزیز! معلوم ہونا چاہیے کہ صبر کے بہت سے معاملے ہیں۔ ہر ایک معاملے میں صبر کرنا ایک ہی قوت سے ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح علاج بھی یکساں نہیں ہے۔ اگر چہ سب کا علاج وہ معجون ہے جو علم وعمل سے مرکب ہو۔ دفع مہلکات کے سلسلے میں جو کچھ ہم نے پہلے لکھا ہے وہ سب اسی صبر کا علاج ہے۔ یہاں بطور مثال اس طریقے کو تحریر کرتے ہیں تا کہ وہ ایک نمونے کے مانند ہو اور دوسرے امور کو اس پر قیاس کیا جا سکے! ہم نے اس سے قبل بتایا ہے کہ صبر سے مراد یہ ہے، دین کا متقاضی امر، خواہش وشہوت کے متقاضی امر کے مقابلے میں ثابت وقائم رہے۔ یہ دونوں باہم جنگ میں مصروف رہتے ہیں (ایک دوسرے پر غالب آنا چاہتے ہیں) پس جب کوئی یہ چاہے کہ ان دونوں میں سے ایک غالب آئے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ جس کا غلبہ چاہتا ہے اس کو تقویت پہونچائے اور اس کی اعانت کرے اور دوسرے کو کمزور کر دے اور اس دوسرے کی کسی طرح تائید نہ کرے۔ مثلاً کسی شخص پر خواہش جماع کا اتنا غلبہ ہے کہ وہ اپنی شرمگاہ کو اس سے محفوظ نہیں رکھ سکتا تو آنکھ کو دیکھنے سے اور دل کو اس خیال سے باز رکھے۔ اگر نہیں رکھ سکتا اور صبر کرنا بھی دشوار ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے اس قوت کو ضعیف کرے جو شہوت کی متقاضی ہے۔ (کیمیائے سعادت ص ۴۰ ۷)

شکراور بزرگان دین

شکر ایمان کی جز، دین کی اصل اور اطاعت الٰہی کی اساس ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ایسا پسندیدہ عمل ہے، جو اسے اپنے بندوں سے مطلوب ہے، اسی لیے انبیاے کرام، رسولان عظام اور مقربین وصالحین نے شکر کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ بنایا، اس لیے اسے ہر مومن بندے کو اختیار کرنا چاہیے۔

شکر کی تعریف: شکر کے لغوی معنی احسان مندی، اظہار نعمت، اور قدر شناسی ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی تفسیر روح المعانی اور تفسیر کبیر کے حوالے سے شکر کی جامع اور مانع تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"شکر کی جامع ومانع تعریف یہ ہے کہ نعمت دینے والے کو پہچانے، نعمت کو پہچانے، ملنے کا اقرار کرے اور منعم یعنی نعمت دینے والے کی تعظیم کرے اور نعمت کو ضرور استعمال کرے، اس سے فائدہ حاصل کرے، اور نعمت کو اس کی اصلی جگہ پر خرچ کرے، ان میں سے کوئی کام نہ کرنا ناشکری اور کفران نعمت ہے۔ (تفسیر نعیمی ۱۳/۴۵۹)

اقسام شکر: شکر کا تعلق جسم کے مختلف اعضا سے ہوتا ہے، اس لیے اس کی مختلف قسمیں ہیں، غوث اعظم رضی اللہ عنہ شکر کے اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"شکر کی کئی قسمیں ہیں، اول زبان کا شکر: زبان کا شکر یہ ہے کہ عاجزانہ طریقے پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ساتھ ساتھ اللہ کی نعمت کا اعتراف واقرار۔ دوم: بدن اور اعضا کے ساتھ شکر: وفاداری اور خدمت کے ساتھ شکر گذاری ہے۔ سوم: دل کا شکر: یہ ہے کہ حدود الٰہی کی پابندی کی جائے۔ چہارم: آنکھوں اور کانوں کا شکر: آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ اپنے ساتھی کے عیب کو دیکھ کر اس سے اغماض اور پردہ پوشی کرے۔ کانوں کا شکر یہ ہے کہ ساتھی کے اندر کسی عیب کی خبر سن کر اس کو چھپائے۔ تمام مباحث کا حاصل یہ ہے کہ شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوتے ہوئے اس کی نافرمانی نہ کرنا۔ (غنیۃ الطالبین اردو/۶۵۸)

شکر اور قرآن: قرآن پاک میں شکر کی اہمیت وافضلیت کو مختلف جہات سے بیان کیا گیا ہے، اس کی اہمیت وافضلیت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ذکر کے ساتھ شامل فرمایا ہے۔

"فَاذْكُرُوْنِىْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْالِىْ وَلَاتَكْفُرُوْنَ" (البقرۃ/۱۵۲) تو تم میرا ذکر کرو، میں تمھارا ذکر کروں اور میرا شکر ادا کرو اور نافرمانی مت کرو۔

شکر کا درجہ بہت ارفع واعلیٰ ہے، عام آدمی اس درجہ تک نہیں پہونچ سکتا، اسی لیے ارشاد ہوتا ہے:

"وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِىَ الشَّكُوْر" (السبا/۱۳) اور میرے شکر گذار بندے بہت کم ہیں۔

کفر شکر کا مقابل ہے، جس کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں، اور محاورے میں کسی کے کام یا احسان پر پردہ ڈالنے اور زبان ودل سے اس کے اقرار اور عمل سے اس کے اظہار نہ کرنے کو کہتے ہیں۔ اور کفر ہی ایسا لفظ ہے، جس سے بدتر کوئی لفظ لغت اسلام میں نہیں، قرآن مقدس دونوں کو ایک دوسرے کے مقابل استعمال کر کے شکر کی افضلیت کچھ اس طرح اجاگر فرماتا ہے:

"اِنَّاهَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ اِمَّاشَاكِرًاوَاِمَّاكَفُوْرًا" (الدھر:۳) ہم نے انسان کو راستہ بتادیا یا وہ شکر گذار ہے، یا وہ ناشکرا۔

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ" (ابراہیم/۷) اگر تم نے شکر کیا تو ہم تمھیں بڑھائیں گے، اور اگر ناشکری کی تو بیشک میرا عذاب سخت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کرنا اور آنکھ، کان، ناک عطا کرنا، یہ سب نعمت ہے، اور اس پر شکر ادا کرنا چاہیے، ارشاد ہے: "وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ شَيْئًاوَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَوَالْاَفْئِدَةَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" (النحل/۷۸) اور اللہ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے، اور تمھارے کان، آنکھ، اور دل بنائے، تاکہ تم شکر ادا کرو۔

آنکھ، کان، ناک یہ ایسی نعمتیں ہیں، جن کا اندازہ ان نعمتوں سے محروم شخص کو دیکھ کر بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

"وَهُوَالَّذِىْ اَنْشَاَلَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَوَالْاَفْئِدَةَ قَلِيْلًا

مَّــاتَشْـکُـرُوْنَ'' (المومنون ۷۸) اور اللہ وہی ہے، جس نے تمھارے لیے کان، اور آنکھیں ،اور دل بنائے ،مگر تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔

شکر اور احادیث نبویه :انسان کو مصیبت کے وقت صبر اور نعمت الہی ملنے پر شکر ادا کرنا ضروری ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی شکر گزاری کا خوگر بنانے کے لیے لوگوں کو یہاں تک درس دیا: "من لا یشکر النــاس لا یشکر اللہ'' جو لوگوں کا شکریہ نہیں ادا کرتا، وہ اللہ کا بھی شکر گذار نہیں ہوسکتا۔ (السنن لابی داود ۲۶۲/۴)

شکر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، یاام المومنین! آپ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے عمدہ اور اعلیٰ وہ بات بتائیں جو آپ نے کبھی دیکھی ہو، یہ سن کر آپ اشک بار ہو گئیں ،اور فرمایا آپ کی کون سی بات ایسی نہ تھی جو عمدہ اور اعلیٰ نہ ہو، ایک مرتبہ آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ساتھ آرام فرمانے لگے، آپ کو مجھ سے اس قدر قرب تھا کہ میری جلد آپ کی جلد سے مس ہو رہی تھی، آپ نے فرمایا، اے ابوبکر کی بیٹی! آج تم مجھے اپنے رب کی عبادت کرنے دو، میں نے عرض کی، ہر چند کہ آپ کا قرب مجھے پسند ہے، لیکن میں آپ کی خواہش کو ترجیح دیتی ہوں، میں نے آپ کو اجازت دے دی، حضور والا اٹھ کر مشک کے پاس تشریف لے گئے، اور وضو میں کافی پانی صرف کیا، پھر کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہو گئے، آپ قیام کی حالت میں اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو آپ کے نورانی سینے تک پہونچنے لگے، پھر آپ نے رکوع فرمایا، اور پھر اشک باری کی، پھر سجدہ کیا، اور روتے رہے، پھر سر مبارک اٹھایا، اس دوران بھی آپ اشک بار رہے، یہاں تک کہ حضرت بلال آئے، اور نماز فجر کی اطلاع دی، اس وقت میں نے عرض کی، یارسول اللہ! اس قدر رونے کا موجب کیا ہے، جب کہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے ہیں، آپ نے یہ سن کر فرمایا کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں اور کیوں ایسا نہ کروں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے:''اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ '' الخ (ال عمران-۱۹۰)۔ (غنیۃ الطالبین ۶۵۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے ساتھ کسی نے بھلائی کی، اور اس کے پاس اس کے بدلے کے لیے کچھ نہیں، مگر اس نے اس کی تعریف کی، تو اس کا شکر ادا کر دیا۔ اور جس نے بھلائی کو چھپایا تو گویا اس نے کفران نعمت کیا۔ (سنن ابی داؤد، ۴۸۱۳)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو قلیل نعمت کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ کثیر کا بھی ادا نہیں کرے گا۔ (مسند امام احمد بن حنبل ۴/۲۷۸)

شکر ادا کرنے کا طریقہ: شکر کس طرح ادا کیا جائے؟ اور اس کا کیا طریقہ اپنایا جائے؟ علامہ سید سعادت علی قادری اس بارے میں فرماتے ہیں:

”شکر کا کوئی متعین طریقہ نہیں، اور نہ کوئی مقررہ وقت ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ہی شکر ہے، تاہم اگر خصوصی طور پر بطور شکر نوافل پڑھی جائیں یا کوئی بھی نفلی عبادت کی جائے، یا صدقہ وخیرات کیا جائے، تو بہت ہی باعث برکت اور مزید نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ہر نعمت ملنے پر سجدہ کرنا حضور علیہ السلام کی مبارک سنت ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو جب بھی کوئی خوش کرنے والی خبر ملتی، تو آپ سجدہ کر کے اللہ کا شکر ادا فرماتے تھے۔

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو طریقۂ عبادت میں بندے کا سجدہ کرنا زیادہ محبوب ہے کہ جب بندہ حالت سجدہ میں ہوتا ہے، تو اللہ سے قریب تر ہوتا ہے، لہٰذا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ سجدہ ہے۔ اللہ کے انعامات تو بے شمار ہیں، سب کے بدلے سجدے کرنا یا کسی بھی طریقے سے اس کے احسانات سے بری الذمہ ہونا ممکن نہیں، پس بندے کو اپنی استطاعت کے مطابق اس کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔

حضور غوث اعظم غنیۃ الطالبین میں اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں

عرض کیا، الٰہی! میں تیرا شکر کیسے ادا کروں، جب کہ تیرا شکر ادا کرنا بھی تو تیری ایک نعمت ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ اب تو نے میرا شکر ادا کیا، یعنی بندہ شکر ادا کرتا رہے اور یہی یقین کرے کہ شکر الٰہی کا حق ادا نہ ہوا، تو اللہ اپنے کرم سے اسے شکر گذاروں میں شامل فرمالیتا ہے، اور اپنے سایۂ رحمت میں پناہ دے دیتا ہے۔

شکر کا ایک خاص موقع وہ ہے، جب انسان کی نظر کسی ایسے انسان پر پڑے، جو ان نعمتوں سے محروم ہو، جن سے اللہ نے اسے نوازا ہے، جیسے تندرست آدمی کسی مریض کو دیکھے، تو شکر ادا کرے کہ اللہ نے اسے صحت عطا فرمائی، امیر کسی غریب کو دیکھے تو شکر ادا کرے کہ اللہ نے اسے دولت سے نوازا، عالم جاہل کو دیکھے، تو شکر ادا کرے کہ اللہ نے اسے نعمت علم سے مزین کیا، صحیح الاعضا شخص کسی معذور کو دیکھے تو شکر ادا کرے کہ اللہ نے اسے تمام جسمانی قوتیں بخشیں، یہی حضور علیہ السلام کا مبارک طریقہ تھا۔ (یاایھا الذین آمنوا ۱/۱۲۷)

ایک پیغمبر کا شکر: کیمیاے سعادت میں ہے کہ ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس سے ایک پیغمبر کا گزار ہوا، اس سے بہت سا پانی جاری تھا، یہ دیکھ کر ان پیغمبر کو تعجب ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اس پتھر کو گویا کر دیا، اور اس نے کہا کہ جب سے میں نے اللہ تعالی کا یہ ارشاد سنا ہے: ''وقودها الناس والحجارة'' انسان اور پتھر دوزخ کا ایندھن ہوں گے، تب سے میں اسی طرح رو رہا ہوں، پیغمبر خدا نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ الٰہی! اس پتھر کو خوف سے بے فکر کر دے، ان کی یہ دعا قبول کر لی گئی، پھر دوبارہ انہی پیغمبر کا اس پتھر کے پاس سے گزر ہوا، تو اس سے پانی اسی طرح جاری تھا، اس وقت انھوں نے پتھر سے دریافت کیا کہ کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا، پہلے میرا رونا خوف کے سبب سے تھا، اور اب میرا رونا شکر گزاری کا ہے۔ (کیمیاے سعادت اردو ص ۷۴۲)

بایزید بسطامی کا شکر: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کسی کوچے میں تشریف لے جا رہے تھے، اوپر سے کسی نے راکھ کا طشت آپ پر ڈال دیا، آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا، لوگوں نے پوچھا کہ یہ سجدہ کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے اوپر آگ گرنے کا انتظار تھا، اور صرف راکھ کا گرنا میرے حق میں نعمت ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مزید آگے لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ سے کسی نے درخواست کی کہ آپ دعائے استقا کے لیے باہر نکلیے، بارش مدت سے بند ہے، انھوں نے فرمایا کہ تم بارش میں تاخیر جانتے ہو، اور میں پتھر کی بارش میں تاخیر سمجھتا ہوں، یعنی بداعمالیاں پتھر برسنے کے قابل ہیں۔ گویا تاخیر عذاب کا ہونا انعام ہے، اس لیے میں طلب باراں کے لیے نہیں چلتا کہ مقام شکر میں اظہار مصیبت کو گنجائش نہیں۔ (احیاء العلوم اردو ۴/ ۲۲۸)

ایک ضعیف العمر کا شکر: احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ بعض اکابر سے مروی ہے کہ میں نے ایک سفر میں ایک بوڑھے ضعیف العمر کو دیکھا، میں نے اس کا حال پوچھا، اس نے کہا کہ ابتدائے جوانی میں اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا، اور وہ بھی ایسا ہی چاہتی تھی، اور الحمد للہ اس کا نکاح مجھ سے ہوا، شب زفاف کو میں نے اس سے کہا کہ آج رات نوافل شکر میں گذار دیں، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو ملایا، غرض کہ وہ رات ہم دونوں نے نماز میں گذار دی، جب دوسری رات ہوئی، تب بھی ہم دونوں نے وہی گفتگو کی، اور رات شکر گذاری میں گذار دی، اسی طرح ستر یا اسی سال سے اسی حال پر ہیں، پھر اس نے بڑھیا سے پوچھا، کیا ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا کہ واقعی یونہی ہے، جیسا وہ کہتا ہے۔ (احیاء العلوم ۴/ ۲۶۵)

ایک وفد کا شکر: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں ایک وفد آیا، تو ان میں سے ایک جوان کھڑا ہو کر آپ سے گفتگو کرنے کی تیاری کرنے لگا، آپ نے فرمایا بڑوں کی عزت کرو، یعنی بڑوں کو مجھ سے گفتگو کرنے دو، اس پر وہ جوان بولا، اے امیر المومنین! اگر قیادت کا معیار عمر ہوتا تو مسلمانوں میں سے ایسے بوڑھوں کی کثیر تعداد موجود ہے، جو آپ سے عمر میں بڑے ہیں، آپ نے یہ سن کر فرمایا، چلو، بات کرو، اس نے کہا، ہم کچھ لینے نہیں آئے ہیں، کیوں کہ آپ کی مہربانیوں سے ہمیں بہت کچھ مل چکا ہے، کسی سے خوفزدہ ہو کر نہیں آئے، کیوں کہ آپ کے عدل وانصاف نے ہمارے تمام خوف دور کر کے امن کی زندگی بخشی ہے، ہم صرف اس لیے آئے ہیں کہ اپنی زبانوں سے آپ کا شکریہ ادا کریں اور واپس چلے جائیں۔ (مکاشفۃ القلوب جدید ایڈیشن/ ۳۲۸)

شکر کا فائدہ: ایک عابد زاہد نوجوان صالح غریب کے پاس فرشتہ آیا، اور کہا کہ اے

نوجوان! تیری قسمت میں ایک وقت دولت ہے، یا اس کو ابھی جوانی میں لے لے، یا بڑھاپے میں لے لے، ابھی لے گا تو بڑھاپے میں نہ ملے گی، جوان عابد نے سوچا کہ ابھی تو جیسے تیسے وقت محنت ومزدوری کر کے گذر ہی جاتا ہے۔ لہذا بڑھاپے میں مانگنی چاہیے، لیکن اس نے کہا، اے فرشتہ! مجھے مہلت دے، میں اپنی بیوی سے مشورہ کرلوں، مہلت مل گئی، بیوی سے پوچھا، تو اس نے کہا، ابھی لینی ہے، عابد نے پوچھا کیوں؟ اور بڑھاپے کی غربت تو بڑی کٹھن ہے، بیوی نے عرض کیا کہ ہم جوانی میں دعاؤں سے نعمتیں لیں گے اور شکر سے بڑھاپے تک باقی رکھیں گے۔ اور یہی آیت (لئن شکرتم لأزیدنّکم) پڑھی، چنانچہ دعا قبول ہوئی، تو بیوی نے اتنا شکر اور صدقہ اور خیرات فرمایا کہ قسمت ہی بدل گئی۔ (تفسیر نعیمی ۱۳/۳۶۰)

تواضع اور بزرگان دین

- ☆ تواضع کی تعریف
- ☆ تواضع غوث اعظم کی نظر میں
- ☆ تواضع اور قرآن
- ☆ تواضع اور احادیث نبویہ
- ☆ حسن بصری کا تواضع
- ☆ محمد بن مقاتل کا تواضع
- ☆ تواضع نہ کرنے کا انجام
- ☆ تواضع نہ کرنے پر عابد کا عمل برباد ہو گیا
- ☆ تواضع سے گھن کرنے سے ایک شخص اپاہج ہو گیا

تواضع وانکسار ایسی صفت ہے، جسے اخلاق حسنہ میں انتہائی اہم مقام حاصل ہے متواضع کی اگر چہ اپنی نظر میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی مگر عام بندگان حق کی نگاہ میں وہ بڑا بلند اور عظیم ہوتا ہے، اور صحیح معنوں میں وہ اپنی تواضع اور انکساری کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں گھر بنالیتا ہے۔

تواضع کی تعریف: تواضع باب تفاعل کا مصدر ہے، جس کے معنی عجز وانکسار اور گردن جھکانے کے ہیں، اہل عرب اس کو اس وقت استعمال کرتے ہیں، جب وہ اونٹ کی گردن نیچی کر کے اس پر پاؤں رکھ کر سوار ہوتے ہیں، تواضع کرنے والا شخص بھی چوں کہ اپنے آپ کو اپنے مقام ومرتبہ سے نیچے اتارتا ہے اسی لیے اسے متواضع کہتے ہیں۔(مدارج النبوۃ ۱/۹۷)

تواضع غوث اعظم کی نظر میں: حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تواضع کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

"تواضع یہ ہے کہ بندہ جس سے بھی ملے اس کو اپنے مقابلہ میں افضل سمجھے، اور یہ خیال کرے، کہ ممکن کہ یہ شخص اللہ کے نزدیک مجھ سے ہزار درجہ بلند اور بہتر ہو۔ اور میں (باعتبار سن وسال) کافی گناہ کر چکا ہوں اس لیے وہ مجھ سے بہتر ہیں، اور جب بڑوں سے ملے، تو خیال کرے، کہ انھوں نے مجھ سے زیادہ عبادت کی ہے اس لیے کہ وہ عمر میں مجھ سے زیادہ بڑے ہیں، اس لیے یقیناً وہ مجھ سے بہتر ہیں، کہ ان کو عبادت کا زیادہ وقت ملا ہے، جب کسی عالم سے ملے تو خیال کرے، اس عالم کو وہ چیز بخشی گئی ہے جو مجھے نہیں ملی ہے، وہ جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور وہ اپنے علم کے مطابق عمل بھی کرتا ہے، جاہل سے ملاقات ہو تو یہ سمجھے کہ اس نادانی میں خدا کی نافرمانی کی اور میں علم رکھتے ہوئے نافرمان ہوا نہیں معلوم کہ اس کا خاتمہ کس طرح ہو، اور میرا کس طرح ہو۔(غنیۃ الطالبین اردو/۶۵)

تواضع اور قرآن: قرآن مقدس میں تواضع کی تعلیم مختلف طریقوں سے دی گئی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی متواضع تھے، اس کے باوجود آپ کو مومنین کے ساتھ تواضع کا حکم یوں دیا جارہا ہے:

"وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّيْ

بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ "(شعرا/۲۱۵۔۲۱۶)

اور مومنین میں سے جو آپ کی اتباع کریں، ان سے تواضع کا سلوک کیجئے پھر وہ اگر آپ کا حکم نہ مانیں تو ان سے کہہ دیجیے میں تمھارے اعمال سے بے تعلق ہوں۔

دوسری جگہ ہے: "وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ" (حجر:۸۸) اور اپنا بازو مومنین کے لیے بچھا دیجیے۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو اخلاقی تعلیم دی تھی، اس میں بھی تواضع کے مظاہر صاف جھلکتے ہیں۔

"وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ" (لقمان/۱۸/۱۹)

اور لوگوں سے بے رخی نہ کر اور زمین پر اترا کر نہ چل بے شک اللہ کسی اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا، اور درمیانہ روی اختیار کر اپنی رفتار میں اور دھیمی کر اپنی آواز بے شک سب سے وحشت انگیز آواز گدھے کی ہے۔

تواضع اور احادیث نبویہ :رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود انتہائی منکسر المزاج تھے اور لوگوں کو بھی تواضع وانکسار کی تعلیم دیتے تھے۔

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ آپس میں تواضع اختیار کرو حتی کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے۔ (ریاض الصالحین/۲۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صدقہ خیرات کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ عزت کو بڑھاتا ہے اور جو صرف اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے سرفرازی عطا فرماتا ہے۔ (ایضاً/۲۸۲)

حضرت ابراہیم بن عابس بن ربیعہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر

پر کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! تواضع اختیار کرو کیوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

جس نے اللہ کے لیے خاکساری اختیار کی اللہ اسے بلند کر دے گا، تو وہ اپنی نظر میں چھوٹا ہوگا، مگر عام بندگان حق کی نگاہ میں اونچا ہوگا اور جو تکبر اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے نیچے گرا دے گا، تو وہ اپنے خیال میں بڑا ہوگا، لیکن لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا ہوگا، یہاں تک کہ وہ (دوسروں کی نگاہ میں) کتوں اور خنزیروں سے بھی زیادہ ذلیل وخوار ہوگا۔ (شعب الایمان للبیہقی ۶/۲۷۶)

حسن بصری کا تواضع: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی متواضع اور منکسر المزاج تھے، ہر فرد کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے، ایک دن دریائے دجلہ پر آپ نے ایک آدمی کو کسی حبشی عورت کے ساتھ مے نوشی میں مبتلا دیکھا، کہ اس کے سامنے شراب کی بوتل رکھی تھی اس وقت آپ کو یہ تصور ہوا کیا یہ بھی مجھ سے بہتر ہوسکتا ہے؟ کیوں کہ یہ تو شرابی ہے۔ اسی دوران ایک کشتی سامنے آئی، جس میں سات افراد تھے، اور وہ غرق ہو گئے یہ دیکھ کر حبشی پانی میں کود گیا، اور چھ افراد کو ایک ایک کر کے باہر نکالا، پھر آپ سے عرض کیا کہ آپ صرف ایک ہی کی جان بچالیں، میں تو امتحان لے رہا تھا کہ آپ کی چشم باطن کھلی ہوئی ہے کہ نہیں۔ اور یہ عورت جو میرے ساتھ ہے یہ میری والدہ ہے، اور اس بوتل میں سادہ پانی ہے، یہ سنتے ہی آپ اس یقین کے ساتھ کہ یہ کوئی غیبی شخص ہے، قدموں پر گر پڑے اور حبشی سے کہا کہ جس طرح تو نے ان چھ افراد کی جان بچائی ہے اسی طرح تکبر سے میری جان بھی بچادے اس نے دعا کی اللہ آپ کو نور بصیرت عطا فرمائے یعنی تکبر کو دور کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، کہ اس کے بعد سے اپنے آپ کو کبھی کسی سے بہتر تصور نہیں کیا۔ اور یہ کیفیت ہوگئی کہ ایک کتے کو بھی دیکھ کر فرماتے اللہ تعالیٰ مجھے کتے ہی کے صدقے میں قبولیت عطا فرمادے۔ [تذکرۃ الاولیا ر ۳۲]

محمد بن مقاتل کا تواضع: حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک ہے کہ ریاست کی محبت جو شخص رکھتا ہے، اسے فلاح کبھی بھی حاصل نہیں ہوتی، ہمارے یہاں ایک دفعہ زمزمہ اور سرخ آندھی آئی، تو میں محمد بن مقاتل رحمۃ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور عرض کی کہ اے ابوعبداللہ! اگر تم میری وجہ سے تباہ نہ ہوئے تو میں اسی کو غنیمت سمجھوں گا۔ بعد ازاں خواب میں

مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا محمد بن مقاتل کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالی نے تم پر آندھی وغیرہ کو دور فرما دیا۔ (احیاء العلوم اردو ۳/۵۹۰)

تواضع نہ کرنے کا انجام: حضرت عمرو بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صفا و مروہ کے درمیان مکہ مکرمہ تھا، کیا دیکھا کہ ایک شخص خچر پر سوار ہے، اس کے آگے آگے بہت سے غلام کچھ لوگوں کو ڈھکیلتے اور سختی کرتے چلے جا رہے ہیں، اس کے کچھ دن بعد میرا پھر بغداد میں گذر ہوا، میں پل کے اوپر کھڑا ہوا تھا کہ اچانک میرے سامنے ایک شخص ننگے پاؤں ننگے سر لمبے بالوں والا آ کھڑا ہوا، اسے میں نے غور سے دیکھا، اس شخص نے مجھ سے دریافت کیا، کہ تم کیا دیکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ایک شخص کو تیری جیسی صورت والا مکہ مکرمہ میں دیکھا تھا، تمام احوال اسے بتائے، اس شخص نے کہا میں وہی شخص ہوں، تو میں نے کہا پھر یہ تیرا کیا حال ہو گیا ہے؟ اس نے جواب دیا جہاں لوگ انکساری اختیار کرتے ہیں، میں نے وہاں بلندی ظاہر کی تھی۔ (احیاء العلوم ۳/۵۹۲)

تواضع نہ کرنے پر عابد کا عمل برباد ہو گیا: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کو کثرت گناہ اور فتنہ و فساد کی وجہ سے اسے بنی اسرائیل کا خلیع کہا جاتا تھا، جس کے معنی ہیں اپنے گناہوں سے بنی اسرائیل کو عاجز کرنے والا، ایک مرتبہ اس کا ایسے انسان کے پاس سے گزر ہوا، جسے بنی اسرائیل کا عابد کہا جاتا تھا، عابد کے سر پر بادل کا ٹکڑا سایہ کیے ہوئے تھا، جب اس گناہ گار نے عابد کو دیکھا، تو اس کے دل میں خیال آیا کہ میں بنی اسرائیل کا بد بخت ترین آدمی ہوں، اور یہ بنی اسرائیل کا عابد ہے، اگر اس کے پاس بیٹھ جاؤں تو شاید اللہ تعالی مجھ پر رحم کر دے، چنانچہ وہ عابد کے پاس جا کر بیٹھ گیا، عابد کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں بنی اسرائیل کا عابد ہوں اور یہ بنی اسرائیل کا بد بخت آدمی ہے، یہ میرے ساتھ کیسے بیٹھے گا، اسے بہت شرم محسوس ہوئی، اور اس بد بخت سے کہا، یہاں سے اٹھ جاؤ! اس وقت اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کے اس زمانے کے نبی پر وحی فرمائی کہ ان دونوں کو نئے سرے سے عبادت شروع کرنے کا حکم دیجیے، کیوں کہ میں نے بد بخت کو بخش دیا ہے، اور عابد کے عمل کو برباد کر دیا ہے۔ (مکاشفۃ القلوب جدید ایڈیشن ۲/۲۵۲)

تواضع پر گھمنڈ کرنے سے ایک شخص اپاہج ہو گیا: نبی اکرم ﷺ

چند صحابہ کرام کے ساتھ مل کر اپنے حجرہ مبارکہ میں کھانا تناول فرما رہے تھے کہ اسی حال میں دروازے پر ایک سوالی آیا، اسے ایسا مرض لاحق تھا کہ جس سے دیکھنے والوں کو گھن آتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اندر آنے کی اجازت عطا فرمائی، وہ سوالی اندر آیا، تو حضور نے اسے اپنے سامنے بیٹھا کر فرمایا کہ کھانا کھاؤ، ایک قریشی شخص اس کے ساتھ کھانا کھانے سے رک گیا اور گھن کیا، تو وہ قریشی اس وقت تک نہ فوت ہوا، جب تک کہ وہ اسی جیسا اپاہج نہ ہوگیا۔

(احیاء العلوم ۳/۵۸۶)

صدق اور بزرگان دین

صدق کو اخلاق حسنہ میں نمایاں مقام حاصل ہے، انسان کے ہر قول وعمل کی درستگی صدق ہی پر موقوف ہے یہ ایسی خوبی ہے جس کے بغیر ولایت متصور نہیں، یہ وصف جس شخص کے اندر پیدا ہو جائے وہ بہت ساری برائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

صدق کا مفہوم: صدق کذب کی نقیض ہے جس کے معنی سچ درستی، اور خلوص وغیرہ کے ہوتے ہیں (فرہنگ آصفیہ جلد ۳/۲۱۶)

دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ دل وزبان کے باہم ایک دوسرے کے مطابق اور ہم آہنگ ہونے کا نام صدق یا سچائی ہے۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ صدق اور صادق کا مفہوم کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں: ''صادق'' لفظ ''صدق'' سے اسم فاعل ہے، صدّیق اس سے اسم مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت ہی سچا صدیق وہ ہے جس سے بار بار سچائی ظاہر ہوتی ہو، یہاں تک کہ سچائی اس کی عادت وملکہ بن جائے، صدق اس پر محیط ہو گیا ہو گویا صدق نام ظاہر وباطن کی یکسانیت کا صادق وہ ہے جو قول میں سچا ہو اور صدیق وہ ہے جو اقوال واعمال اور کل احوال میں سچا ہو، کہا گیا ہے کہ جو شخص یہ خواہش رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ رہے تو اس کو چاہیے کہ وہ سچائی کو اپنائے کیوں کہ اللہ سچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۶۶۸)

صدق کی جامعیت: صدق ایک ایسی عادت ہے جو انسان کو بہت ساری برائیوں سے محفوظ رکھتی ہے راست باز انسان، ایمان دار وعدہ وفا، دلیر اور صاف دل ہونے کے ساتھ لوگوں کا اعتماد اس پر بحال رہتا ہے وہ نہ تو کسی کا خوشامدی ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے دل میں نفاق اور قول وفعل میں تضاد ہوتا ہے غرض کہ صدق انسان کو بہت سارے معائب ومعاصی سے باز رکھ کر ایک صالح اور خدا ترس انسان بنا دیتا ہے اس کی تائید وتوثیق حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ میں چار بری خصلتیں ہیں، ایک یہ کہ میں بدکار ہوں دوسری یہ کہ میں چوری کرتا ہوں تیسری یہ کہ میں شراب پیتا ہوں چوتھی یہ کہ میں جھوٹ بولتا ہوں ان میں

سے جس ایک کو فرمایئے آپ کی خاطر چھوڑ دیتا ہوں، ارشاد ہوا کہ جھوٹ نہ بولا کرو، چنانچہ اس نے اس کا عہد کیا جب رات ہوئی تو شراب پینے کو اس کا جی چاہا اور پھر بدکاری کے لیے آمادہ ہوا تو اس کو خیال گزرا کہ صبح کو جب رسول اکرم پوچھیں گے کہ رات تم نے شراب پی اور بدکاری کی ؟ تو کیا جواب دوں گا اگر ہاں کہوں گا تو شراب اور زنا کی سزا دی جائے گی اور اگر نہیں کی تو عہد کے خلاف ہوگا یہ سوچ کر ان دونوں سے وہ باز رہا جب رات زیادہ گزر گئی اور خوب اندھیرا چھا گیا تو چوری کے لیے گھر سے نکلنا چاہا تو پھر اسی خیال نے اس کا دامن تھام لیا کہ کل پوچھ گچھ ہوئی تو کیا کہوں گا؟ ہاں کہوں گا تو ہاتھ کٹے گا، اور نہیں کروں گا تو بدعہدی ہوگی، اس خیال کے آتے ہی وہ اس خیال سے بھی باز رہا، صبح ہوئی تو وہ دوڑ کر خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ نہ بولنے کی وجہ سے میری چاروں بری خصلتیں مجھ سے چھوٹ گئیں یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا اٹھے۔ (تفسیر عزیزی سورۂ نون)

صدق اور قرآن: قرآن مجید میں صدق کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا گیا ہے، صدق صفات الٰہیہ میں سے بھی سب سے بڑی صفت ہے اس لیے خود اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا'' [النساء/۸۷]

اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچا بات میں اور دوسری جگہ ہے وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَّمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ' (نساء/۱۲۲)

وعدہ کیا اللہ نے سچ اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچا بات میں۔ ایمان والوں کو اللہ سے ڈرنے اور سچوں کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا گیا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ " (التوبۃ/۱۱۹) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچوں کے ساتھ رہو۔

صدق پیغمبروں کا بھی نمایاں وصف ہے اس لیے کہ اگر ان کی باتیں دعوے اور دلیلیں (معاذ اللہ) سچائی سے عاری ہوں تو نبوت و رسالت کی ساری عمارت زمیں بوس ہو جائے اللہ تعالیٰ نے کئی پیغمبروں کو بطور خاص اس صفت سے متصف فرمایا خود ملت حنیف کے داعی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ

صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (مریم/۴۱) اور کتاب میں ابراہیم کا حال بیان کرو کہ وہ بڑے سچے اور نبی تھے۔
سچوں کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جن کی معیت کو کامل اطاعت کا درجہ دیا جاتا ہے ان میں نبیوں کے بعد دوسرا درجہ صدیقین ہی کا ہے، ارشاد ہے: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء/۶۹)
اور جو اللہ و رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ جنت میں ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیا صدیقین شہدا اور اللہ کے نیک بندے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔

صدق اور احادیث طیبہ: سرکار دو عالم خود ایک راست باز اور سچے نبی تھے اور آپ نے اپنے اصحاب کو راست بازی اور سچائی کی تعلیم دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ذیل کی سطور میں تعلیمات رسول کو سچے دل سے ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، اور آدمی سچ بولتے بولتے اللہ کے یہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کا راستہ دکھاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (ریاض الصالحین/۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس میں چار باتیں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک بات ہو تو اس میں نفاق کی ایک بات پائی جاتی ہے جب تک کہ وہ اس کو چھوڑ نہ دے (۱) جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو خیانت کرے (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) جب کوئی قرار کرے تو پورا نہ کرے (۴) جب جھگڑے تو حق کے خلاف کرے۔ (بخاری)

صفوان بن سلیم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا مسلمان نامرد بھی ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہو سکتا ہے، پھر پوچھا کیا بخیل بھی ہو سکتا ہے؟ جواب دیا ہو سکتا ہے، پھر دریافت فرمایا جھوٹا بھی ہو سکتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ (موطا امام مالک)

مراتب صدق: عام طور سے صدق کا معنی سچ بولنے کے سمجھا جاتا ہے مگر اسلام کی نظر میں اس کے معنی میں بڑی وسعت ہے جس کی رو سے صرف زبان ہی کی سچائی اس میں شامل نہیں بلکہ عمل کی بھی سچائی اس میں داخل ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں صدق کے مراتب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لفظ صدق چھ معنوں میں مستعمل ہوتا ہے (۱) قول (۲) نیت (۳) عزم (۴) وفائے عزم میں صدق کا ہونا (۵) صدق در عمل (۶) دین کے تمام مقامات کی تحقیق میں صدق کا ہونا۔ جو شخص ان چھ باتوں میں صدق کے ساتھ متصف ہوگا وہ صدیق ہوگا، اس لیے کہ وہ صدق کے غایت درجہ کو پہنچے گا صیغۂ مبالغۃ اس پر صحیح ہوگا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۸)

صدق کے طبی فوائد: صدق کی فضیلت واہمیت اور اس کے دینی فوائد قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ نے ملاحظہ کیا لیکن سچ بولنے سے دینی فوائد کے ساتھ دنیوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں، انسان سچ بولنے سے جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند رہتا ہے اس کے طبی فوائد بیان کرتے ہوئے حکیم محمد اسلم شاہین قادری تحریر فرماتے ہیں:

''سچ بولنے سے انسان کی جسمانی اور دماغی صحت بہتر ہوتی ہے اس امر کا انکشاف برطانیہ میں ''ٹروتھ تھراپی'' کے عنوان سے شائع ہونے والی ایک خصوصی رپورٹ میں کیا گیا۔ اور رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جھوٹ بولنا انسان کی صحت کو متاثر کرتا ہے خاص طور پر جھوٹ بولنے والی خواتین بے خوابی کا شکار ہوجاتی ہیں اور اگر یہی کیفیت بڑھ جائے تو ''السر'' کا باعث بھی بن جاتی ہے۔ ٹروتھ تھراپی کے ایک ماہر بریڈلمبنڈ کے مطابق حقائق کو کھولنے والے کڑوے سچ بولنے سے جسمانی اور دماغی صحت بہتر ہوتی ہے اور جھوٹ بولنے والی خواتین حقائق کو چھپا چھپا کر مختلف نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوجاتی ہیں، جھوٹ بولنے والی خواتین کو اکثر اپنا جھوٹ ثابت کرنے کے لیے نظریں گاڑ کر باتیں کرنے کی عادت ہوتی ہے۔

ماہرین کے نزدیک جھوٹ بولنے سے عورت کی جسمانی ساخت کے علاوہ خوبصورتی پر بھی بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں رپورٹ کے مطابق دنیا میں فرانس، برطانیہ اور جرمنی کی خواتین سب سے جھوٹی ہوتی ہیں، جب کہ امریکہ کی خواتین جھوٹ اور سچ مکس کر کے بولتی ہیں۔ (گناہوں کے علاج ر۷۵)

غوث اعظم کا کمال صدق : غوث پاک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کام کی بنیاد صدق پر رکھی اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ میں طلب علم کی خاطر بغداد کے لیے جب روانہ ہوا تو میری والدہ نے چالیس دینار دیے اور صدق کا عہد لیا جب ہم ہمدان سے گزر کر ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں بہت کیچڑ تھی اور قافلے پر ساٹھ ڈاکو ٹوٹ پڑے اور قافلے کو لوٹ لیا اور مجھ سے کسی نے بھی تعرض نہ کیا تھوڑی دیر بعد ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا آپ کے پاس بھی کچھ ہے؟ میں نے کہا میرے پاس چالیس دینار ہیں، اس نے دریافت کیا وہ کہاں ہیں؟ میں نے کہا میری گدڑی میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں اس نے سمجھا میں مذاق کر رہا ہوں اس لیے وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا اور اس کے بعد دوسرا شخص آیا اور جو کچھ پہلے نے پوچھا وہی پوچھا، میں نے پہلے جیسا جواب دیا، ان دونوں نے جا کر اپنے سردار کو یہ خبر سنائی تو اس نے مجھے اپنے پاس بلایا، سردار نے پوچھا کیا واقعی تمہارے پاس چالیس دینار ہیں؟ میں نے کہا ہاں، میری گدڑی میں سلے ہوئے ہیں اس نے میری گدڑی ادھیڑی اور اس سے چالیس دینار نکلے تو حیرت سے اس نے پوچھا، اس کو ظاہر کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا؟ میں نے کہا، میری والدہ ماجدہ نے مجھے سچ بولنے کی تاکید کی تھی، میں ان سے عہد شکنی نہیں کر سکتا، ڈاکوؤں کا سردار میری یہ گفتگو سن کر رونے لگا، اور کہنے لگا آپ اپنی والدہ سے عہد شکنی نہیں کر سکتے اور میری عمر گزر گئی ہے، کہ میں اب تک اپنے پروردگار سے برابر عہد شکنی کر رہا ہوں پھر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اس کے بعد اس کے ساتھیوں نے کہا تو لوٹ مار میں ہم سب کا سردار تھا اب توبہ کرنے میں بھی ہمارا سردار ہے، پھر ان سب نے بھی میرے ہاتھ پر توبہ کی اور قافلے کا سارا مال واپس کر دیا۔ (مظہر جمال مصطفائی ۱۴۷)

حبیب عجمی کا صدق : کشف المحجوب میں ہے کہ مشائخ طریقت میں یہ بات مشہور ہے کہ جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حجاج کے ظلم سے بھاگ کر حضرت حبیب عجمی کی خانقاہ میں تشریف لائے اور حجاج کے سپاہی تعاقب کرتے ہوئے اندر گھس آئے تو سپاہیوں نے پوچھا وہ کس جگہ ہے؟ فرمایا میرے حجرے میں ہے وہ آپ کے حجرے میں گھس گئے، لیکن وہاں کسی کو نہ پایا، سپاہیوں نے سمجھا کہ حبیب عجمی نے مذاق کیا ہے، اس پر انھوں نے درشت

کلامی کے ساتھ پوچھا بچ بتاؤ وہ کہاں ہے، انھوں نے قسم کھا کر کہا وہ میرے حجرے میں ہیں، سپاہی دو تین بار اندر گئے مگر وہ حسن بصری کو نہ دیکھ سکے، بالآخر وہ چلے گئے۔

جب حسن بصری باہر تشریف لائے تو فرمایا اے حبیب! میں سمجھ گیا کہ حق تعالی نے آپ کی برکت سے ان ظالموں کے پنجے سے محفوظ رکھا لیکن اس کی وجہ بتایئے کہ وہ حجرے میں ہیں؟ حضرت حبیب عجمی نے جواب دیا اے مرشد برحق! اللہ تعالی آپ کو میری برکت کی وجہ سے نہیں ظاہر کیا، بلکہ سچ بولنے کی وجہ خدا نے ان سے مخفی رکھا، اگر جھوٹ بولتا تو اللہ تعالی مجھے اور آپ دونوں کو رسوا کرتا۔ (کشف المحجوب ۱۴۳)

ابوعمر زجاجی کا صدق: رسالہ قشیریہ میں ہے کہ ابوعمر زجاجی کی والدہ کا جب انتقال ہوا تو انھیں ترکے میں والدہ کا مکان ملا جس کو پچاس دینار میں فروخت کر دیا اور اس کے بعد حج کے ارادے سے نکل پڑے جب بابل پہنچے تو انھیں ایک راستہ بتانے والا ملا اور اس نے پوچھا تمھارے پاس کیا ہے؟ حضرت ابوعمر فرماتے ہیں، میں نے سچ بولنا مناسب سمجھا چاہے میرے پاس دینار رہیں یا نہ رہیں، اس لیے میں نے کہا میرے پاس پچاس دینار ہیں اس نے کہا لاؤ مجھے دو! میں نے اسے دے دیا جب اس نے گنے تو پورے پچاس دینار پائے اس نے کہا انھیں واپس لے لو، میں تمھارے سچ بولنے کی وجہ سے تمھارا گرویدہ ہو گیا لو یہ میری سواری ہے اس سے حج پر آسانی سے جاؤ، اللہ تمھاری مدد کرے اور تمھیں سچ پر قائم رکھے۔ (الرسالۃ القشیریہ ۱۰۶)

سخاوت اور بزرگان دین

☆ سخاوت کا مفہوم
☆ سخاوت اور قرآن
☆ سخاوت اور احادیث رسول
☆ جذبۂ سخاوت کیسے بیدار ہوگا؟
☆ ایک بڑھیا کی سخاوت کا اجر
☆ بخل علامت کفر
☆ شیخ بہاوالدین زکریا کی بے مثال سخاوت
☆ ایک دوست کی سخاوت

اسلام کی اخلاقی بنیادی تعلیمات میں سخاوت کو اہم مقام حاصل ہے، سخی آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ کا برگزیدہ ہونے کے ساتھ لوگوں کی نگاہ میں بھی محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے۔

سخاوت کا مفہوم: سخاوت کا حقیقی معنی اپنا کوئی حق بخوشی دوسرے کو دے دینا ہے ،اوراس کی متعدد صورتیں ہوتی ہیں ،مثلاً اپنا حق کسی کو معاف کرنا ،اپنے بچے ہوئے مال کو کسی دوسرے کو دے دینا ،اپنی ضرورت کو روک کر دوسرے کی ضرورت کو پورا کرنا ،اپنے جسم اور دماغ کی قوت کو خرچ کرنا ،اپنی ناموس اور جان کو خطرے میں ڈال دینا ،دوسرے کو بچانے اور حق کی حمایت کے لیے اپنی جان قربان کردینا ،یہ سب سخاوت کی قسمیں ہیں ،یہ اور بات ہے کہ مقتضائے حال کے مطابق انھیں دوسرے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

کوئی بھی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک کہ اس قوم کے افراد کی مالی اور معاشی حالت بہتر نہ ہو، اس لیے اسلام نے اپنے متبعین کو انفاق اور سخاوت کی متعدد طریقوں سے تاکید کی ہے تاکہ ایک طرف قوم کے زبوں حال آسودہ حال ہوجائیں ،تو دوسری طرف دولت پر کسی ایک کا قبضہ نہ رہے، بلکہ یہ لوگوں میں بٹتی رہے اور لوگ دولت کے مفسدات سے بھی محفوظ رہیں۔

سخاوت اور قرآن: قرآن مقدس میں سخاوت کی تعلیم کو مختلف صورتوں میں پیش کیا گیا، چنانچہ سورۂ بقرہ کے شروع میں متقیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا گیا "وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" (البقرۃ ۲/۳) اور ہم نے جوان کو روزی دی اس میں سے کچھ (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔

اسلام میں ایمان کے بعد جو ارکان خصوصیت کے حامل ہیں وہ نماز اور زکوۃ ہیں ،اور زکوۃ کی اصل روح سخاوت وفیاضی ہی سے مستعار ہے ،اس لیے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تاکید پر تاکید کی گئی ہے۔ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" (البقرۃ ۲/۲۵۴) اے ایمان والو اس میں سے کچھ خرچ کرو جو ہم نے تم کو دیا ہے اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خریدنا ہے نہ

دوستی ہے نہ سفارش اور کافر ہی ظالم ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں جو بدوی ایمان لایے اور کار خیر میں نیک نیتی کے ساتھ خرچ کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی تعریف کرتے ہویے فرماتا ہے:

"وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ" (توبہ/۹۹) اور کچھ بدوی وہ ہیں، جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ،اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعا لینے کا ذریعہ سمجھیں۔

جو اللہ کے دیے ہوئے مال میں بجائے فیاضی وسخاوت کے بخل کرتے ہیں، ان کا کیا حشر ہوگا ارشاد ہے:

"وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (آل عمران/۱۷۹) اور نہ سمجھیں وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جس کو اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے حق میں برا ہے، قیامت کے دن ان کے گلے میں اس کا طوق ڈال دیا جائے گا، جس میں بخل کیا تھا، اور آسمان وزمین کی میراث اللہ ہی کی ہے۔

سخاوت اور احادیث رسول: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود سخی تھے، آپ کا دریائے جود وکرم ہمیشہ جوش مارتا اور اپنے صحابہ کو بھی سخاوت وفیاضی کی تلقین فرماتے رہے، جس کا اندازہ ذیل کی سطور سے لگایا جاسکتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخی بندہ اللہ قریب ہے نیز اللہ کے بندوں سے قریب ہے اور جنت سے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے ،اور بخیل آدمی اللہ سے دور لوگوں سے دور اور جنت سے دور اور دوزخ سے قریب ہے، اور بلاشبہہ ایک جاہل سخی اللہ تعالیٰ کو عبادت گذار کنجوس سے زیادہ بہتر ہے۔ (ترمذی ۱۷/۲)

حضرت ابوہریرہ رضي اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو میری خوشی یہی ہوگی کہ مجھ پر تین راتیں

بھی ایسی نہ گذریں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ باقی ہو سوائے اس کے کہ میں کسی قرض کی دائیگی کے لیے اس میں سے کچھ روک لوں (بخاری ۲/۹۵۴)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا: دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتانے والا آدمی جنت میں نہ جاسکے گا'' (ترمذی ۲/۱۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں، جو بندۂ مؤمن میں جمع نہیں ہوسکتیں، ایک بخل، دوسری بد خلقی۔ (ترمذی ۲/۱۷)

جذبۂ سخاوت کیسے پیدا ہوگا؟: اللہ تبارک وتعالیٰ رزّاق ہے ہر جاندار کو روزی پہنچانا اس کے ذمۂ کرم پر ہے، اگر اس بات پر انسان کا یقین جم جائے تو اس کے لیے سخاوت وفیاضی کی راہ ہموار ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر اسے یہ بھی یقین ہو جائے کہ ہمارے رزق سے جو کچھ بھی دوسرے کو مل رہا ہے، وہ واقعتاً اسی کا حصہ تھا، جو اس کی تقدیر میں مقدر تھا، اور وہ چیز ہماری تھی ہی نہیں، تو بلاشبہ یہ یقین انسان کے اندر جذبۂ سخاوت بیدار کرنے کے لیے کافی ہے۔

ایک بڑھیا کی سخاوت کا اجر: حضرت حسن وحسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم تینوں حج کے لیے جارہے تھے، توشہ اور زاد راہ کا اونٹ بہت پیچھے رہ گیا تھا، بھوک اور پیاس سے بے تاب ہو کر یہ حضرات راستہ میں ایک بڑھیا کے خیمہ میں گئے، اور اس سے کہا کہ ہم کو بہت پیاس لگی ہے، کچھ پینے کے لیے دو، اس نے ایک بکری کا دودھ نکال کر ان حضرات کو پیش کر دیا، دودھ پینے کے بعد کہا کہ کچھ کھانے کے لیے لاؤ! بڑھیا نے کہا کہ کھانے کو تو کچھ موجود نہیں ہے، اسی بکری کو ذبح کر کے کھالو، ان حضرات نے ایسا ہی کیا، کھانے پینے سے فارغ ہو کر کہا ہم قریشی ہیں، جب سفر سے واپس آئیں گے تو تم ہمارے پاس آنا، ہم تمھاری اس مہربانی کا عوض دیں گے، یہ کہہ کر یہ لوگ آگے روانہ ہوگئے، جب اس پیرزن کا شوہر آیا، تو ناراض ہوا کہ تم نے بکری ایسے لوگوں کی خاطر ذبح کروادی، جن سے نہ ہماری

واقفیت تھی اور نہ دوستی۔

اس واقعہ کو کچھ مدت گذر گئی، اس بڑھیا اور اس کے شوہر کو ناداری نے پریشان کیا تو یہ تباہ حال خاندان مدینہ منورہ پہنچا اور یہ لوگ اونٹ کی لید چن چن کر بیچنے لگے، تا کہ اپنا پیٹ بھر سکیں، ایک دن یہ عورت کہیں جارہی تھی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے مکان کی ڈیوڑھی پر کھڑے تھے، آپ نے اس بڑھیا کو پہچان لیا، اور روک کر کہا: کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟ اس نے کہا نہیں، میں آپ کو نہیں جانتی، آپ نے فرمایا کہ میں وہی ہوں، جو فلاں روز تیرا مہمان ہوا تھا، اس نے کہا اچھا آپ وہی ہیں، اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار مرحمت کیا، اور اپنے غلام کے ہمراہ اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، آپ نے عورت سے پوچھا کہ اے بڑھیا! میرے بھائی صاحب نے تجھے کیا دیا، اس نے کہا ایک ہزار دینار اور بکریاں عطا فرمائی ہیں، حضرت حسین نے بھی اسے اسی قدر انعام عطا فرمایا اور اپنے غلام کے ہمراہ اپنے بھائی عبداللہ بن جعفر کے پاس بھیجا، انھوں نے اس بوڑھی عورت سے دریافت کیا کہ حسنین رضی اللہ عنہما نے تجھے کتنا مال دیا ہے، اس نے کہا، دونوں حضرات نے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا کیے ہیں، حضرت عبداللہ نے بھی اس کو دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں عطا فرمائیں اور کہا کہ اگر تو پہلے میرے پاس آئی ہوتی تو میں تجھ کو اتنا دیتا کہ یہ دونوں تجھ کو اتنا نہ دے سکتے، اس طرح وہ چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار لے کر اپنے شوہر کے پاس چلی گئی۔ [کیمیاے سعادت اردو ۵۸۶/۵۸۷]

بخل علامت کفر ھے : کیمیاے سعادت میں ہے کہ ایک روز حضور اکرم ﷺ طواف کررہے تھے، آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کعبہ شریف کے حلقہ کو پکڑ کر کہہ رہا تھا: یا الٰہی! اس گھر کی برکت سے میرے گناہ بخش دے، حضور اکرم ﷺ نے اس سے دریافت کیا، کہ تیرا گناہ کیا ہے؟ اس نے کہا میرا گناہ اتنا عظیم ہے کہ بیان نہیں کرسکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تیرا گناہ بڑا ہے یا زمین؟ اس نے کہا میرا گناہ بڑا ہے، آپ نے پھر دریافت کیا کہ تیرا گناہ بڑا ہے یا عرش؟ اس نے کہا میرا گناہ بڑا ہے، حضور اکرم ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کہ تیرا گناہ بڑا ہے؟ اس نے کہا: حق تعالیٰ سب سے بڑا ہے؟ تب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بیان کر تیرا ایسا کون سا گناہ

ہے؟اس نے کہا میں بڑا مالدار ہوں، لیکن جب کوئی درویش دور سے مجھے نظر آتا ہے کہ میری طرف آرہا ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ آگ آرہی ہے، جو مجھے جلادے گی (یعنی میں بخیل ہوں) اس پر سرکار نے فرمایا کہ جا میرے قریب سے دور ہو، کہیں تیری آگ مجھے نہ جلادے، قسم ہے اس خدا کی، جس نے مجھے ہدایت کے لیے بھیجا ہے کہ اگر تو رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان ہزار برس بھی نماز پڑھے گا، اور اس قدر روئے گا کہ تیرے آنسوؤں سے ندیاں بہہ جائیں اور ان سے درخت اگ آئیں، اور تو بخل ہی کی حالت میں مرجائے تو تیرا مقام دوزخ ہوگا، بخل کفر کی علامت ہے اور کفر کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (کیمیاے سعادت ۵۹۰)

شیخ بہاء الدین زکریا کی بے مثال سخاوت: ایک دفعہ حضرت زکریا بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدوں اور مریدوں کا جہاز غرق ہورہا تھا، غایت اضطراب میں انھوں نے حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین سے روحانی استمداد کی، اللہ ﷻ کی شان قدرت سے وہ جہاز محفوظ رہ گیا، جہاز پر موتی اور جواہرات کے بڑے بڑے تاجر تھے، جب جہاز ساحل پر پہنچا تو ان تاجروں نے اپنے مال کا ایک ثلث حضرت شیخ کی خدمت میں نذر کرنے کا عہد کیا، اور ان کی جانب سے خواجہ فخر الدین گیلانی نقد و جواہرات لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جواہرات کی قیمت اور نقد رقم ملا کر ستر لاکھ چاندی کے ٹکے ہوتے تھے، شیخ نے اس کو قبول تو کرلیا، لیکن تین دن کے اندر یہ کل رقم حقداروں محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم کرادی، خواجہ فخر الدین گیلانی اس سے اتنا متاثر ہوئے کہ انھوں نے اسی وقت اپنا تمام مال و اسباب فقرا میں بانٹ دیا اور فقیری اختیار کرلی۔

ایک دوست کی سخاوت: احیاء العلوم میں ہے کہ ایک شخص کسی دوست کے پاس گیا، اور کہا مجھ پر سو درہم قرض ہے، اس دوست نے اس کا قرض ادا کردیا، وہ دوست رخصت ہوگیا، تو یہ شخص رونے لگا، اس کی بیوی نے کہا کہ روتے کیوں ہو، اگر روپیہ دے کر رونا ہی تھا تو دینا ہی کیا ضروری تھا، اس نے جواب دیا کہ روپیہ دینے کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میں اپنے دوست کے حال سے اس قدر غافل رہا کہ اس کو مجھ سے سوال کرنے کی ضرورت پیش آگئی۔ [کیمیاے سعادت ۵۸۸]

ماہنامہ ''پیام حرم'' اردو اور ماہنامہ ''العلیم'' عربی

دارالعلوم علیمیہ نے قلمی پیش رفت جاری رکھتے ہوئے ۲۰۰۶ء میں ادارہ کے علمی دعوتی و تحقیقی وفکری مجلّہ اردو ماہنامہ ''پیام حرم'' جاری کیا، جب کہ اسی سال طلبہ اور علما کی قلمی سرگرمیوں کا ترجمان عربی ماہنامہ ''العلیم'' کی اشاعت کا آغاز ہوا، الحمد للہ یہ دونوں ماہنامے اپنے معیار اور بیش قیمت مقالات کے باعث قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جارہے ہیں اور تحسین و آفریں کے کلمات سے ان کا خیر مقدم کیا جارہا ہے۔

ماہنامہ ''پیام حرم'' کا سالانہ زرتعاون ۱۲۰/روپے اور طلبہ کے لئے ۱۰۰/روپے ہے اور ماہنامہ ''العلیم'' کا زرتعاون ۱۰۰/روپے اور طلبہ کے لئے ۸۰/روپے ہے۔

رابطہ کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''پیام حرم'' دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی
دفتر ماہنامہ ''العلیم'' دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

نشان منزل

از

فروغ احمد اعظمی مصباحی (ایڈیٹر پیام حرم)

ماہنامہ پیام حرم کے دو درجن تاریخی، فکری، تعلیمی، تحریکی اور دعوتی اداریوں کا حسین مجموعہ، زبان سادہ وشستہ اور سنجیدہ، مگر جامع و پرکشش، جو ذہن کو اپیل کرتی ہے

صفحات: ۱۵۰

نوٹ: یہ کتاب جلد ہی منظر عام پر آرہی ہے۔

ملنے کا پتہ

المجمع النورانی (شعبۂ تصنیف و تحقیق) دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی (یوپی)

Gazi Offset, Basti Mob. 9415881842